مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

جون ۲۰۰۵ء

289

اشاعتِ خاص

۱۵ فتنۂ امامتِ زن، استعمار اور کارندوں کا کردار
۳۳ عورت کی امامت اور حلقہ 'اشراق'
۵۰ عورت کی امامت احادیث کی روشنی میں

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

ماہنامہ
محدث
لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰ روپے   زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔   ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476   موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __   www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاءاللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ محدث لاہور پاکستان

جلد ۳۷/شمارہ ۶
جمادی الأولی ۱۴۲۶ھ
جون ۲۰۰۵ء

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیر حافظ حسن مدنی
0333-4213525

زر سالانہ ۲۰۰/روپے
فی شمارہ ۲۰/روپے

بیرون ممالک
زر سالانہ ۲۰/ڈالر
فی شمارہ ۲/ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
✆: 5866476
5866396
5839404
Email: hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

فہرست مضامین

فکر و نظر

امامتِ زن کے واقعہ کا پس منظر اور مقصد — ادار یہ — ۲

ہمنوایانِ استعمار

فتنۂ امامتِ زن، استعمار اور کارندوں کا کردار — حافظ صلاح الدین یوسف — ۱۵

تحقیق و تنقید

عورت کی امامت اور حلقہ اشراق — مولانا ارشاد الحق اثری — ۳۳

نماز میں عورتوں کی امامت؟ — حافظ زبیر علی زئی — ۴۵

حدیث و سنت

عورت کی امامت؛ احادیث کی روشنی میں — حافظ ثناء اللہ مدنی — ۵۰

امامتِ نسواں کا جواز اور حدیث اُمّ ورقہ — محمد رضی الاسلام ندوی — ۶۷

تاریخی تناظر

عورت کی امامت، کا حالیہ واقعہ؟ — محمد شفیق احمد کمبوہ — ۷۲

☜ عورت کی امامت کی شرعی حیثیت — حافظ حسن مدنی — ۷۷

Islamic Research Council

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

امامتِ زن کے واقعہ کا پس منظر اور مقصد

۱۸/ مارچ ۲۰۰۵ء کو نیویارک کے ایک چرچ میں ڈاکٹر امینہ ودود نے جمعہ کی خطابت اور اس کے بعد نماز کی امامت کرا کے ذرائع ابلاغ میں ایک نئی بحث کا آغاز کردیا۔ اس سے اگلے جمعے ۲۵/ مارچ کو کینیڈا میں بھی سلیمہ علاؤ الدین نامی ایک عورت نے جمعہ کے ایسے ہی ایک اجتماع کی امامت وخطابت کی ۔ پہلے اجتماع میں ۱۲۰ اور دوسرے میں ۲۰۰ کے لگ بھگ مرد و زَن نے شرکت کی۔ شرکت کے متمنی مرد وزن کی پہلے رجسٹریشن کی گئی اور اس اجتماع کے لئے مختلف مساجد سے رابطہ کیا گیا لیکن کسی جگہ اجازت نہ ملنے پر نیویارک کے قلب میں واقع چرچ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جمعہ جیسے اسلامی شعار کی ہرزہ سرائی اور امامت جیسے نبویؐ منصب کی توہین پر مبنی اس پروگرام پر مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت کا خطرہ تھا، اس لئے نیویارک پولیس کے پہرے میں یہ ڈرامہ ہوا۔ اس واقعہ کے بارے میں چھپنے والی تصاویر اور خبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے ایسے نرالے جمعہ کی ادائیگی کا اشتیاق رکھنے والوں سے زیادہ وہاں میڈیا کے نمائندوں کا ہجوم تھا جو ہر ہر لمحے کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کررہے تھے، دنیا بھر کے اخبارات میں ان تصاویر کو مختلف زاویوں سے شائع کیا گیا، حتیٰ کہ پاکستان کے ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل نے تو اس کی فلم بھی چلا دی۔

جہاں تک خطابت اور امامت کی تفصیلات کا تعلق ہے تو اس میں بھی بہت سے انقلابی اقدامات کئے گئے۔ سب سے پہلے تو یہ خطبہ جمعہ اور اس کی نماز ایک چرچ میں ہوئی، پینٹ شرٹ پہنے ایک لڑکی سہیلہ نے اذان دی اور اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی کی داعی ڈاکٹر امینہ ودود نے امامت اور خطابت کی، نماز بھی انگریزی زبان میں پڑھائی گئی جبکہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں عورتوں کے علاوہ مرد بھی شامل تھے، مردوں اور عورتوں کی مخلوط صف بندی

www.KitaboSunnat.com

کرائی گئی گویا نماز کے لئے کھڑی کی جانے والی یہ صفیں عورتوں اور مردوں کو شانہ بشانہ کھڑے کرنے کی حقیقی منظر کشی کررہی تھیں، تصاویر کے مطابق خواتین شرم وحیا سے عاری چست مغربی لباس پہنے ہوئی تھیں۔ نماز میں خواتین کے لئے سرڈھانپنا فرض ہے، لیکن ننگے سر پڑھی جانے والی یہ نماز تو ربِّ کریم کے احکامات کے کھلے استہزا کا منظر پیش کر رہی تھی، اسلام خواتین کو مردوں کی موجودگی میں حجاب اور چہرہ ڈھانپنے کی تلقین کرتا ہے، لیکن اس کی پابندی کی بھی نہ مقتدیوں کو توفیق ہوئی، نہ امامہ صاحبہ کو۔ دورانِ خطبہ ڈاکٹر امینہ نے قرآنِ کریم کی تفسیر کو اپنے پاؤں میں رکھا۔ گویا بظاہر نماز ایسی اسلامی عبادت کی ادائیگی اپنی تفصیلات سے اعتبار سے سرتاپا اسلامی احکامات سے انحراف اوران کے مذاق اُڑانے کے لئے مخصوص تھی۔

اس واقعے کی روحِ رواں اسریٰ نعمانی نامی ایک بھارتی نژاد عورت ہے، جس کے والدین عرصہ ہوا، امریکہ میں اقامت اختیار کر چکے ہیں۔ تصاویر میں بھی اسریٰ نیویارک میں امامت کے اس واقعہ کی ہدایات دیتی ہوئی صاف نمایاں ہے۔ یہ عورت پانچ سالوں سے اس نوعیت کے کئی ایک واقعات کی قیادت کرچکی ہے۔ ویسٹ ورجینیا میں چند سال قبل وہ ایک مسجد میں اپنے جیسی حیاباختہ عورتیں لے کر گھس گئی اور مردوں کے شانہ بشانہ نماز پڑھنے کی کوشش کی، انتظامیہ کے روکنے پر اس نے امریکی عدالت سے رجوع کیا اور امریکی عدالت نے اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو اجازت نامہ عطا کردیا۔ اس کا معمول رہا ہے کہ وہ کسی بھی مسجد میں عورتوں کے ساتھ گھس کر کوئی نہ کوئی بدتمیزی برپا کئے رکھتی ہے اور امریکی پولیس عدالتی حکم کی بنیاد پر ہمیشہ اس کے معاون ومحافظ کا کردار ادا کرتی ہے۔ ڈاکٹر امینہ ودود اور اسریٰ نعمانی دونوں ویسٹ ورجینیا میں رہتی ہیں اور چونکہ وہاں کی بہ نسبت نیویارک میں اس فتنے کی تشہیر کے زیادہ مواقع ہیں، اس لئے بطورِ خاص اُنہوں نے نیویارک کا انتخاب کیا۔ اسریٰ نعمانی اپنے آپ کو برصغیر کے معروف عالم مولانا شبلی نعمانیؒ کی نواسی بتاتی ہے اور ایک ناجائز بچے کی ماں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اس بچے کا نام بھی اس نے شبلی رکھا ہے۔ اسلام اور پاکستان کے خلاف بھی اس کا کردار کافی گھناؤنا ہے جس کی تفصیلات کے لئے ہفت روزہ 'ندائے ملت' میں دوقسطوں میں شائع شدہ مضمون کا مطالعہ کریں۔ (۳۰/مارچ تا ۶/اپریل ۲۰۰۵ء)

www.KitaboSunnat.com

خود کو مسلمان ظاہر کرنے والی عورت اسریٰ نعمانی کے اسلامی احکامات کی پیروی کا یہ عالم ہے کہ وہ برملا کہتی ہے کہ ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ گلے ملنے میں کوئی ممانعت نہیں، اجنبی مرد و زن کا ملنا ایسا ہی ہے جیسے اس کا بھائی اسے گلے ملتا ہے۔ خطبہ جمعہ اور امامت کرانے کے ڈرامے کے بعد اس نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا کہ ''ہم اسلام کو اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کریں گے اور خواب کو حقیقت میں بدلیں گے۔''

(کالم 'نیا فتنہ'، روزنامہ انصاف: ۵/اپریل)

خاتون کالم نگار محترمہ طیبہ ضیا اپنے کالم 'عورت کی امامت' میں لکھتی ہیں:

''اسریٰ نعمانی 'عورت اور اسلام' کے نام سے ایک کتاب کی مصنفہ ہے۔ اس کی دوسری کتاب جنس پرستی کے بارے میں ہے جس کا لب لِباب یہ ہے کہ مرد و عورت بے لباس رہیں تو جنسی تفریق مٹ جاتی ہے اور ہندوستان میں جوگیوں اور سادھوں کی تربیت میں وہ اس مفروضہ کی پریکٹس بھی کرتی رہی ہے۔ بقول اس کے وہ ایک ناجائز بچے کی ماں ہے جس کا نام اس نے اپنے دادا کے نام پر شبلی رکھا ہے۔ اپنے بیٹے کو گود میں اُٹھائے پھرتی ہے اور فخریہ واعلانیہ اپنے اس فعل کو بھی اسلام کی آزادی ہی قرار دیتی ہے۔

ان نفسیاتی بیمار عورتوں میں ایک بے نظیر بھٹو کی قریبی دوست شمع حیدر بھی مردوں کے شانے سے شانہ ملائے کھڑی تھی۔ بے نظیر جب بھی امریکہ آتی ہیں، ہم نوالہ وہم پیالہ اور اور اسلام سے بعد رکھنے والے اپنی اس دوست شمع حیدر کے ہاں ہی قیام کرتی ہیں۔''

◉ سیاہ فام افریقی نژاد ڈاکٹر امینہ ودود پاکستان میں تو زیادہ متعارف نہیں لیکن اسلام اور خواتین کے بارے میں اپنے منحرف کردار کی بنا پر عالمی میڈیا میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ اسلامیات کی پروفیسر ہونے کے ناطے اسلام کی کوئی خدمت انجام دینے کی بجائے وہ اسلام کے بارے میں آئے روز نئے تصورات پیش کرتی رہتی ہے۔ جمعہ کے خطبہ کے آغاز میں اس نے کہا کہ

''اس طرح کے اجتماعات کے ذریعے ہم (خواتین) اسلام میں اپنے حقوق کو حاصل کرنے کی طرف پیش قدمی کریں گی، کیونکہ امامت اسلامی عبادات کا اہم منصب ہے۔ ہم محراب ومنبر کو مردوں کے قبضے سے چھڑا کر اسلام کی خدمت کریں گے۔'' (تعمیر افکار: مئی ۲۰۰۵ء، ص ۳۹)

www.KitaboSunnat.com

امینہ کے خیالات کا جائزہ لینے کے لئے ہم نے اس کی انگریزی کتاب 'قرآن اور عورت ایک خاتون کے نقطہ نظر سے از سرنو مطالعہ' کا سرسری جائزہ بھی لیا ہے۔ اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے :

''اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں قرآن کی تفاسیر خالصتاً مردوں کے قلم سے معرضِ وجود میں آتی رہی ہیں، یہی ان کے دوسری قوموں سے پیچھے رہ جانے کا سبب ہے۔ امینہ ودود پہلی عورت ہے جنھوں نے قرآن کا نئے سرے سے مطالعہ کیا ہے اور قرآن سے اُٹھنے والی نسوانی آواز کو شکوک کے دھندلکوں سے آزاد کیا ہے۔ ترقی پسند مسلمان عرصہ دراز سے یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن کی رائج تفاسیر اصل دین اسلام کو نہیں بلکہ ایک خاص نقطہ نظر کو قرآن کے مفہوم کے طور پر پیش کررہی ہیں جن کی وجہ سے عورتوں کے حقوق غصب ہورہے ہیں۔''

(My-Muslim.com کوالالمپور، ملائشیا، ۲۰۰۱ء)

امینہ کا فلسفہ یہ ہے کہ قرآن کی کوئی بھی تفسیر حتمی نہیں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ قرآن کے متن نے نہیں بلکہ اس کی تفاسیر نے عورت کے کردار کو محدود بنا کر رکھ دیا ہے اور یہ تفاسیر قرآن کے اصل متن سے زیادہ اہمیت اختیار کرگئی ہیں جبکہ یہ تمام تفاسیر مردوں کی لکھی گئی ہیں۔ ان میں غلط طور پر عورت کو ایک بے آواز مخلوق بنا دیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر نے جدید دور کی عورت کے لئے قرآن کو زیادہ بامعنی بنا دیا ہے۔ قرآن کی تفسیر معاشرتی تبدیلیوں کو پیش نظر رکھ کر ہونی چاہئے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اُس نے قرآن کے اصل مطالب تک رسائی کے لئے قرآن کے متن، عربی لغت اور گرامر کے اُصولوں اور قرآن کی عمومی ہدایت کو پیش نظر رکھا ہے۔

ڈاکٹر امینہ حدود کی سزاؤں کی مخالفت کرتی اور کہتی ہے کہ قرآن میں ہاتھ کاٹنے کی سزا یا بیوی کو مارنے کی اجازت درست نہیں ہے۔ وہ امریکی معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ قرار دیتے ہوئے مسلمان عورت کو میدانِ عمل میں آنے کی دعوت دیتی ہے :

''دورِ جدید کے تقاضوں نے عورت کو یہ مینڈیٹ دیا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کے لئے قدم بڑھائے، اپنی شناخت، ترقی اور انسانی بہبود کے لئے ان تمام اقدامات کے خلاف جدوجہد کرے جن کی وجہ سے اس کے کردار کو متعصب طریقے سے مسخ کیا گیا ہے۔

میری تحقیق قرآن میں صنفی امتیازات کے گرد گھومتی ہے۔ میرا مقصد جنس کی بنیاد پر غیر

www.KitaboSunnat.com

مساویانہ سلوک کا خاتمہ ہے۔ میری جدوجہد عورتوں کے خلاف تشدد آمیز رویوں، عورتوں کو دوسرے درجے کا انسان سمجھنے اور زدوکوب کے خلاف ہے۔''

مفسرین پر الزام عائد کرتے ہوئے ڈاکٹر امینہ لکھتی ہے:

''اگر آپ قرآنی آیات پر تحقیقی نظر ڈالیں تو اس میں عورت مرد کی مساوات اور آزادی خیال کے امکانات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔بعض جگہ صراحت سے اور کہیں اشاروں کنایوں سے لیکن مفسرین نے ان کو مسخ کرکے، ان کی غلط تشریحات اپنا کر، جانب دارانہ تفسیریں تحریر کی ہیں۔'' (امینہ سے انٹرویو، مارچ ۲۰۰۲ء)

امینہ ودود کے ان اقتباسات سے اس کے منحرف خیالات اور جدید تہذیب سے مرعوبیت کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ اس کی نظر میں قرآن کی کوئی تفسیر انصاف پر مبنی نہیں ہے نیز اسلامی معاشروں میں چلے آنے والے عورت کے کردار سے بھی وہ مطمئن نہیں بلکہ وہ مغربی عورت کی طرح مسلم عورت کو بھی کارزارِ زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ لانا چاہتی ہے۔

پس منظر اور مقاصد

امامت کے اس واقعہ کا پس منظر خالصتاً سیاسی ہے جو عالمی سطح پر جاری اس بحث سے ملتا ہے جس میں تہذیبی میدانوں میں عورت کے کردار کو بڑھانے کی کوششیں کئی سالوں سے جاری ہیں۔ جدید تحریکِ نسواں کے پیش نظر عورت کو گھر کی چاردیواری سے باہر نکالنے اور اسے شمع محفل بنانے پر ہی اکتفا کرنا نہیں بلکہ اسے مردوں پر بھی بالا دستی عطا کرنا ہے۔ دوسری طرف اس واقعہ کا پس منظر اسلام کو درپیش عالمی چیلنجز سے بھی ملتا ہے جس میں 'تہذیبوں کا تصادم' جیسے نظریات پیش کئے گئے ہیں اور اسلام کو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا سبق دینے کی کوششیں جاری ہیں۔مسلمانوں کو سیاسی سطح پر مغلوب کرنے کے بعد ان کی طرف سے جس ردعمل کا اُنہیں اندیشہ رہتا ہے، اس میں دینی تحریکوں کا کردار بہت نمایاں ہوتا ہے۔مزید برآں اگر مسلمانوں کی دینی اساسات کو طعنہ زنی اور ان کی عبادات کو تمسخر کا نشانہ بنا دیا جائے تو اسلام بطورِ دین متاثر ہوتا اور بے دینی کو راہ ملتی ہے۔

موجودہ واقعے میں کامل ترین دین 'شریعتِ محمدیہ' کو نشانہ بنا کر دیگر الہامی شرائع وادیان پر

www.KitaboSunnat.com

بھی ضربِ کاری لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دنیا اس وقت دین سے وابستہ اور دین سے بیزار یا دوسرے لفظوں میں الہامی احکامات کے پیروکار اور انسان کے وضع کردہ قوانین کے علمبردار دو طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ان دونوں طبقوں میں بحث ومباحثہ کے کئی ایک موضوعات ہیں لیکن حالیہ واقعہ معاشرے میں عورتوں کے کردار اور مرد و زن کی دونوں صنفوں کے مابین نام نہاد مساوات کے تناظر میں پیش آیا ہے۔ اس واقعہ کے پس پردہ مقاصد میں عورتوں کی مادر پدر آزادی کی حمایت کرنا اور ان پر مردوں کو حاصل بعض انتظامی امتیازات کا انکار کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس مقصد کے لئے جن خواتین کو منتخب کیا گیا، ان کی شناخت اور کردار اسی حوالے سے ماضی میں متنازعہ رہا ہے۔ ایسے ہی اس واقعہ کا انتظام وانصرام 'پروگریسو مسلم یونین' اور 'مسلم ویمن فریڈم' نامی پاکستانی تنظیموں نے کیا تھا۔

(١) نیویارک میں جن دنوں یہ ڈرامہ سٹیج کیا گیا، اس سے صرف ایک ہفتہ قبل اسی شہر میں 'بیجنگ + ١٠ کانفرنس' کے نام سے چھٹی خواتین کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ یہ کانفرنس ٢٨ فروری سے ١١ مارچ تک نیویارک میں منعقد ہوئی۔ جس میں ماضی کی کانفرنسوں کی طرح اسلام میں خواتین کے حقوق کے بارے میں جارحانہ جذبات کا اظہار کیا گیا:

کویتی ہفت روزہ المُجتمع کی رپورٹ کے مطابق کانفرنس کے کل دس سیشن ہوئے جن کا مرکزی موضوع 'جنس اور مسلمان عورتوں پر ڈھایا جانے والا ظلم' تھا۔ بطورِ خاص دوسرے سیشن کا عنوان ہی یہ تھا کہ اسلامی معاشرے میں عورتوں پر ظلم وجور کا خاتمہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اس سیشن کا کلیدی خطاب افغان اباحیت پسند خاتون سکینہ یعقوبی کا تھا جس نے اس امر پر اصرار کیا کہ مسلمان عورتوں کو قرآنِ مجید کی تفسیر خود کرنا سکھایا جائے تاکہ وہ عورتوں کے حقوق از خود جان سکیں۔

کانفرنس کے اعلامئے کی چوتھی دفعہ میں کہا گیا کہ خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیاز کو مکمل طور پر ختم کیا جائے، چاہے قوموں اور ملکوں کے رسوم ورواج اور دینی عقائد کچھ بھی ہوں۔ صنفی مساوات کے نام پر مرد وعورت میں ہر طرح کی تفریق کو ختم کیا جائے اور مرد وزن کو ہر طرح کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا بھرپور اختیار دیا جائے۔ (المجتمع: ٢/اپریل ٢٠٠٥ء)

www.KitaboSunnat.com

④ امریکہ میں جن دنوں یہ واقعہ ہوا، انہی دنوں سے امریکی پریس میں یہ بحث اسلام کے علاوہ دیگر الہامی ادیان مثلاً یہودیت وغیرہ سے بھی جاری ہے۔امریکہ میں مقیم خاتون کالم نگار محترمہ طیبہ ضیا نے اسی پس منظر کو روزنامہ نوائے وقت میں تفصیل سے پیش کیا ہے:

''ہر الہامی مذہب میں عبادت کی امامت مرد کرتا ہے۔ یہودیوں کے گرجا گھروں میں عبادت زیادہ تر اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہے جس کے لئے کم از کم ۱۰ مردوں کا ہونا ضروری ہے، ان کا امام تورات کی اصل زبان عبرانی میں عبادت کراتا ہے، مرد اور عورتیں الگ الگ ہوتے ہیں، عورتوں کے لئے عبادت کا اہتمام بالکونی میں ہوتا ہے۔عبادت میں اُنہیں برہنہ سر رہنے کی اجازت نہیں ہے اور عورتیں سر ڈھانپ کر ہی عبادت میں شریک ہوسکتی ہیں۔

عیسائیت بالخصوص کیتھولک فرقہ کے پہلے امام سینٹ پال بھی بائبل میں عورتوں کو شرم وحیا کی تعلیم دیتے ہیں اور اُنہیں اس بات سے آگاہ کرتے ہیں کہ وہ عبادت گاہوں میں خاموشی اختیار کریں۔عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے ۔ وہ جو کچھ معلوم کرنا چاہتی ہے ، گھر جاکر اپنے شوہر سے معلوم کرے۔

کچھ عرصہ قبل امریکہ میں چھ مردوں اور چھ عورتوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جسے بائبل کی غلطیاں درست کرنے کا فرض سونپا گیا تھا۔ان دانشوروں نے ماڈرن طبقہ کیلئے عورت و مرد کی مساوات کے نقطہ نظر سے بائبل میں ترمیم کی ۔ اس طبقہ کو خدا کے مذکر ہونے پر بھی اعتراض ہے۔ امریکہ سے پھوٹنے والی اس وبا نے بھی نام نہاد مسلم دانشوروں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بائبل میں جہاں خدا کے لئے He، لارڈ یا فادر کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہاں 'گاڈ' کہنے پر گزارا کیا جارہا ہے۔سینٹ پال کے جملے کہ ''بیویوں کو اپنے شوہر کی اس طرح اطاعت کرنی چاہئے جس طرح خدا کی اطاعت کرتی ہیں'' کو بھی حذف کردیا گیا ہے۔

یہودیوں کے ہاں لبرل طبقہ نے بھی اپنی مرضی کی تورات ترتیب دے رکھی ہے۔ جہاں خدا کو مذکر ظاہر کیا گیا ہے، اس کی بجائے 'ابراہیم کا خدا، اسحٰق کا خدا، یعقوب کا خدا' استعمال کیا جارہا ہے۔ جہاں 'خدا کے بیٹے' کا تذکرہ آتا ہے، وہاں 'خدا کی اولاد' لکھا جاتا ہے۔اس طرح مغرب کی لادین، مادر پدر آزاد عورت نے مرد کی تخلیق کے حسد کا غبار نکالا۔عورت کی امامت کے حالیہ فتنہ کے پیچھے بھی اہل کتاب کے اسی طبقہ کا ہاتھ ہے۔

خدا کے مذکر ہونے کا اعتراض کرنے والوں کو جیزز (حضرت عیسیٰؑ) کے مرد ہونے پر بھی

www.KitaboSunnat.com

صدمہ ہے۔ تمام پیغمبر مرد تھے، خدا مؤنث ہوتا تو پہلے حواؑ کو جنم دیتا اور اس کی پسلی سے آدمؑ کو پیدا کرتا۔ مرد کو حاکمیت و امامت دینے والا خدا یقیناً مذکر ہے جس نے آدمؑ کی پیدائش کی اور اس کی پسلی سے عورت کو پیدا کیا۔'' (روزنامہ نوائے وقت: کالم 'فتنہ' ۲/اپریل ۲۰۰۵ء)

◉ روزنامہ پاکستان میں اسی موضوع پر شائع شدہ ایک مضمون میں سیکولر دانشور ڈاکٹر مہدی حسن نے بھی اسی بات پر اعتراض کیا ہے:

''مذہب میں مردوں کی بالا دستی کا معاملہ صرف اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عیسائیت، یہودیت اور اسلام تینوں الہامی مذاہب میں مردوں کو واضح برتری حاصل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مذاہب جس دور میں 'متعارف' کرائے گئے وہ مردوں کی بالا دستی کے ادوار تھے۔''

③ پیش نظر واقعہ میں بھی اصل مسئلہ صرف عورت کی امامت کا نہیں ہے کیونکہ عورت کی عورتوں کے لئے امامت کی تو اسلامی شریعت میں بھی اجازت پائی جاتی ہے، بلکہ اصل امر عورتوں کا مردوں کی برتری کو چیلنج کرنا ہے۔ کیونکہ اسلام نے عورت کو مساجد کی بجائے گھروں میں نماز ادا کرنے کی زیادہ ترغیب دی ہے۔ معاشرے میں ان کی زیادہ چلت پھرت کو ناپسند سمجھنے اور ان کی پُرکشش آواز وزینت کو چھپانے کی غرض سے اسلام نے عورت کے لئے اذان بھی منع قرار دی ہے اور مردوں کے برعکس ان کے لئے مردوں کے ساتھ باجماعت نماز بھی ضروری نہیں ٹھہرائی۔

جہاں تک خواتین کی مساجد کا تعلق ہے تو ماضی کے برعکس اس دور میں یہ کاوشیں بھی آئے روز بڑھتی جارہی ہیں۔ ہندوستان میں مالا بار کے علاقے میں مسلم خواتین اپنی علیحدہ مسجد بنا رہی ہیں، چینی حکومت کے قائم کردہ ادارے 'اسلامک ایسوسی ایشن آف چائنا' کے زیر اہتمام چین میں بھی ایک مسجد النساء کا افتتاح ہوچکا ہے جس میں حجاب اور نقاب کی پابند جن میہا نامی عورت امامت کراتی ہے۔ ایسے ہی ہالینڈ کے دار الحکومت ایمسٹرڈیم میں بھی خواتین کی ایک مسجد کا افتتاح کیا جاچکا ہے لیکن اس کا کیس وہاں کی عدالت میں چل رہا ہے۔

اسلامی تاریخ میں ایسی مساجد کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا البتہ عام مساجد کے ساتھ خواتین کی نماز کے لئے مخصوص حصے ضرور موجود رہے ہیں اور اب بھی پاک و ہند کے بعض مخصوص مسالک کے علاوہ خلیجی ممالک میں بکثرت اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایسے مقام پر خواتین اپنی

www.KitaboSunnat.com

نمازوں کے لئے جمع ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں لیکن اسے ایک عام مسجد کی حیثیت دینا اور اس میں خواتین کا خطبہ جمعہ وغیرہ پڑھنا یا اذان دینا وغیرہ بالکل اجنبی امر ہے کیونکہ اسلام کی رو سے مسجد صرف نماز باجماعت ادا کرنے کی جگہ کو نہیں کہتے بلکہ وہ مسلم معاشرے کا مرکز بھی ہوتا ہے جس میں ان کے قومی وملی مسائل حتیٰ کہ حکومتی اور عدالتی مسائل بھی حل کئے جاتے رہے ہیں۔ اسلامی مساجد عسکری تربیت کے علاوہ تعلیم وتدریس کا مرکز بھی رہی ہیں، اس لئے ایسی مساجد کو معروف معنوں میں مساجد نہیں کہا جاسکتا اور ان سے گریز ہی کرنا چاہئے، البتہ خواتین اپنے طور پر کوئی جگہ نماز کیلئے طے کرنا چاہیں تو اس کی گنجائش ضرور پائی جاتی ہے۔

ہمارے پیش نظر واقعہ میں اصل مسئلہ عورت کی عورتوں کے لئے امامت کا نہیں بلکہ عورت کی مردوں کی امامت وقیادت کا ہے۔ گویا اس واقعہ کے ذریعے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اسلام میں صرف مرد ہی عورت کی قیادت کا اہل نہیں بلکہ صنفی مساوات کے ناطے عورتوں کو بھی مردوں کی ہر میدان میں قیادت کا حق حاصل ہے۔

☜ مزید برآں اس واقعے میں کئی اسلامی احکامات کا مذاق اُڑایا گیا ہے، اس کے بعد اسے محض عورت کی امامت کا مسئلہ قرار دینا مناسب نہیں۔ جہاں تک عورتوں کے مردوں کے ساتھ صف بندی کا تعلق ہے یا ننگے سر نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے یا عورتوں کا چست لباس پہننا اور بے حجابی اختیار کرنا یا گرجا گھر میں مجسّموں کی موجودگی میں نماز ادا کرنا اور عربی کی بجائے انگریزی زبان میں نماز پڑھنا، تو ان تمام اُمور کے ناجائز ہونے کے بارے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ باتیں اسلام کی مسلمہ تعلیمات سے انحراف ہی ہیں، اس کے بعد اس کو ایک جزوی فقہی مسئلہ بنانا یا اس میں مسلمانوں کے داخلی اختلافات کی جستجو کرکے اسے پیش کرنا اسلام کی کونسی خدمت ہے؟

ان باتوں کو عالمی میڈیا پر لانے اور اُنہیں زیر بحث بنانے کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں کہ اسلامی تعلیمات کو بدنام کیا جائے اور اسلامی شعائر جمعہ یا جماعت کا تمسخر اُڑایا جائے۔ یہ کوئی فقہی اختلاف کا مسئلہ نہیں ہے کہ جس میں مسلمانوں کی اختلافی آرا ڈھونڈ کر کوئی گنجائش نکل سکتی ہو بلکہ یہ واقعہ اپنی مجموعی صورتحال کے لحاظ سے اسلام کا استہزا اور اسے بدنام کرنے کی

www.KitaboSunnat.com

کوشش ہے جس کے مرتکب افراد کو کم سے کم الفاظ میں بھی 'لادین' قرار دیا جاسکتا ہے۔
روزنامہ انصاف میں ۱۶ رمئی کو مولانا محمد اسمٰعیل لکھتے ہیں :

"یہ نماز اللہ کے ہاں مقبول یا نا مقبول ہونے کے لئے پڑھی ہی نہیں گئی بلکہ اس کا مقصد تو حیا اور پردے کے سنہرے احکامات کا مذاق اڑانا تھا اور وہ حاصل ہوگیا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امینہ ودود نے امامت اس لئے کرائی کہ وہ ایک نماز کے بجائے ۲۵ نمازوں کے اجر کی طالب ہے؟ یا اسریٰ نعمانی نے اس امامت کی نماز کے علاوہ کوئی اور نماز بھی کبھی پڑھی ہے یا اس امامت کے علاوہ اسلام کی کوئی اور اطاعت بھی کبھی کی ہے یا اس کا کوئی حکم عملاً مانا ہے؟"

....

مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ہمارے ہاں ہمیشہ سے ایسے لوگ رہے ہیں جو اسلام کی مقدس تعلیمات کے آگے سرتسلیم خم کرنے کی بجائے اسلام دشمنوں کی سازشوں کو خود اسلام سے سند جواز مہیا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک علم وتحقیق کی معراج ہی یہ ہے کہ دوسروں کے اعتراضات کو جائز ثابت کرنے کے لئے اپنے ہاں سے بھی شاذو نادر باتیں ڈھونڈ کر ان کی تائید میں پیش کردی جائیں۔ پاکستان میں یہ افسوسناک کردار مسٹر جاوید احمد غامدی کا حلقہ اشراق کررہا ہے۔

ذرائع ابلاغ میں امریکہ کی یہ پالیسی واضح طور پر آچکی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے دین دار طبقہ کے بالمقابل آزاد فکر دانشوروں کی ہر ذریعہ سے مدد کی جائے اور خود سامنے آنے کی بجائے مسلمانوں کے مقابلے میں بظاہر انہی جیسے آزاد خیال مسلمانوں کو لایا جائے۔ یہ بات بھی امریکی پالیسی میں شائع ہوچکی ہے کہ حدیثِ نبوی پر زیادہ سے زیادہ اعتراضات کو ہوا دی جائے اور عورتوں کے حقوق کے بارے میں بڑھ چڑھ کر اسلامی نظریات پر شبہات واعتراضات پیش کئے جائیں۔

(دیکھیں 'روشن خیالی کے امریکی سرچشمے': 'محدث' جنوری ۲۰۰۵ء)

اس امر کی نشاندہی افسوسناک ہے کہ جاوید احمد غامدی کا یہ حلقہ ان دونوں میدانوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات کو اُبھارنے میں نمایاں کردار پیش کرنے میں کوشاں ہے۔ جناب غامدی کا اس روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو مہمیز لگانے کا کردار اس طرح بھی اہمیت

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرتا جارہا ہے کہ وہ دو سے زائد بار جنرل پرویز مشرف سے علیحدگی میں خصوصی ملاقات کرچکے ہیں اور خود امریکی سفیر بھی اس سلسلے میں ان کے گھر آچکے ہیں۔ یہ باتیں حلقہ اشراق میں عام پھیلی ہوئی ہیں۔ پاکستان میں روشن خیالی کا پرچارک ٹی وی چینل 'جیو' بطورِ خاص مسٹر جاوید غامدی کو نمائندگی دے رہا ہے اور ایک پرائیویٹ چینل 'آج' تو گویا انہی کے افکار کے لئے مخصوص ہے۔ انگریزی اخبار 'ڈان' میں اشتہارات شائع کرانے پر اس قدر اخراجات اُٹھتے ہیں کہ کوئی مذہبی تنظیم اس کی متحمل نہیں ہوسکتی لیکن جناب غامدی کے اوّلین صفحہ پر نصف صفحہ کے اشتہار اس اخبار میں تواتر سے شائع ہوتے ہیں جس میں ان کے ٹی وی پروگرام دیکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ گذشتہ سالوں میں ادارۂ اشراق لاہور سے کراچی تک پہنچ پایا تھا، ان ملاقاتوں کے بعد ان کی سرگرمیاں ۵ شہروں جن میں ملتان بطورِ خاص شامل ہے، تک پہنچ چکی ہیں جہاں بڑی تعداد میں ان کا لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔

بظاہر دینی سرگرمیاں کسی تنظیم کے لئے شرمندگی کی بجائے باعثِ افتخار ہونی چاہئیں لیکن جب حلقہ اشراق کے پیغام اور ان کی تحقیقات کا مرکزی نکتہ تلاش کیا جاتا ہے تو وہ تمام تر ایسے ایشوز ہیں جو عالمی استعمار کے اسلام کے خلاف ایجنڈے کی تبلیغ کرتے ہیں، ان کی تحقیق کی تان بھی انہی کی ہم نوائی پر آکر ٹوٹتی ہے۔

اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ عام اسلامی تحریکوں کے برعکس جناب غامدی اسامہ بن لادن کو دہشت گرد، طالبان کو ظالم اور امریکی اقدامات کو برحق سمجھتے ہیں۔ ان کی نظر میں فلسطینی عوام کا کردار بھی دہشت گردانہ ہے۔ جہاد کو وہ منسوخ تو نہیں کہتے لیکن جہاد کے لئے جن شرائط کو وہ پیش کرتے ہیں، اس کے بعد عملاً جہاد کا حکم منسوخ ہوجاتا ہے۔ عورت کا پردہ اور حجاب، تصویر و مجسمہ سازی کو جائز قرار دینا، رقص وسرود کا جواز بلکہ نبی کریمؐ وصحابہ کرامؓ پر رقص وسرود کا الزام عائد کرنا، سیاسی طور پر بیت المقدس کو یہودیوں کے حوالے کردینا وغیرہ ان کے ایسے علمی و تحقیقی کارنامے ہیں جن سے اس درخت کا پھل بخوبی پہچانا جاسکتا ہے۔

حلقہ اشراق کی تازہ ترین کاوش اسی عورت کے امامت کے مسئلہ پر ڈاکٹر امینہ ودود اور اسریٰ نعمانی کے کارنامے کی حمایت میں سامنے آئی ہے۔ ایسے اہل فکر وتدبر کو اس واقعے میں

www.KitaboSunnat.com

کئی ایک اسلامی تعلیمات سے انحراف تو نظر نہیں آتے بلکہ بڑی سادگی سے وہ اس جماعت کی امامت کرانے والی عورت پر 'نیک وپارسا' ہونے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں جو ان تمام تر انحرافات کو قائم کرنے کا سبب بنی ہے۔

اس موضوع پر اخبارات وجرائد میں بیسیوں مضامین شائع ہوئے ہیں مگر کسی ایک محقق یا عالم نے بھی ایسی امامت کا جواز کشید نہیں کیا۔لیکن اشراق نے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے نادر اقوال، باطل احتمالات اور دور از کار تاویلات کی بنا پر اسلامی ذخیرۂ علم کے کونے کھدروں سے اس کا جواز کھینچ ہی نکالا ہے۔

یہ بحث خالصتاً دینی اور لادینی طبقات کی بحث تھی، تحریکِ نسواں کے علمبرداروں نے ہی اپنے مقاصد کے لئے اِسے اٹھایا تھا لیکن حلقہ اشراق نے تمام تر پس منظر اور پیش منظر کو نظر انداز کرتے ہوئے پہلے اسے صرف ایک نکتہ پر مرکوز کیا پھر اسے ایک فقہی بحث بنادیا اور مسلمانوں کا فقہی اختلاف نکال کر گویا اس کا جواز ثابت کرنا شروع کردیا۔

عالمی میڈیا کی اس بحث میں غیر معمولی دلچسپی گذشتہ دنوں سامنے آچکی ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں اس امر سے کیا دلچسپی ہے کہ فقہ اسلامی میں کیا چیز جائز ہے اور کیا حرام؟ ان کی دلچسپی کی واحد وجہ اسلام کی بطورِ دین ہزیمت کرانا اور لبرل وسیکولر طبقہ کا دین کے اہم شعارات کا مذاق اُڑانا ہے۔ اس لئے ہمیں اس امر سے ہی اختلاف ہے کہ اس معاملے کو مکمل پس منظر میں دیکھنے کی بجائے اسے فقہی اختلاف کا موضوع بنالیا جائے۔

محدث کے حالیہ شمارے میں شائع ہونے والے مضامین اسی مضمون کے ردّعمل میں لکھے گئے ہیں جو اشراق نے مئی ۲۰۰۵ء کے شمارہ میں شائع کیا ہے اور جس میں اُنہوں نے ہر ممکنہ طریقہ سے عورت کی امامت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔

عورت کی امامت کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا موقف تو ان فاضل علماء کرام کے مضامین کے بعد نکھر ہی جائے گا، لیکن حلقہ اشراق کی اسلام پر اعتراض کرنے والوں سے ہم نوائی ایک بار پھر کھل کر سامنے آگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے لئے مخلصانہ طور پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

عورت کی امامت کا ایک ظریفانہ نقشہ

بھلا تصور تو کیجئے اس معاشرہ کا جہاں عورت مردوں کی امام ہو، معلوم ہوا کہ مقتدیوں کی بھیڑ مسجد میں صرف اس وجہ سے ہورہی ہے کہ 'ملکہ حسن' ان کی امامت کررہی ہے اور تمام مقتدی اللہ کے حضور میں اللہ کی رضا کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اپنی دیدہ زیب 'امامہ صاحبہ' کی دل فریب مسکراہٹ اور مترنم 'السلام علیکم ورحمتہ اللہ' سننے کے لئے بے تاب کھڑے ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد امامہ صاحبہ کو پانے کے لئے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اُٹھے ہوئے ہیں کچھ بیٹھے اپنی امامہ صاحبہ پر دلچسپ پھبتیاں کس رہے ہیں، امامت کا تقدس مجروح ہورہا ہے، 'نماز' کیا؟ خواتین کے مشاعرہ سے بھی بدتر ماحول ہے جس میں کسی کے سلام کی داد دی جارہی ہے تو کسی کے اندازِ نماز کی۔

اور پھر یہ تصویر بھی ملاحظہ کیجئے، فجر میں امامہ صاحبہ نے خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرمائی معلوم ہوا کہ ظہر سے چھ دنوں کے لئے سلسلہ بند۔ ہر مہینے چھ دن کی نمازوں میں مقتدی بغیر امامہ صاحبہ کے نماز ادا کررہے ہیں، سال دو سال میں معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ چالیس دن تک کے لئے منقطع ہوگیا، چالیس دن بعد امامہ صاحبہ تشریف لائیں تو گود میں ایک خوبصورت منے میاں ہم ہمارہے ہیں۔ امامہ صاحبہ نے فجر کی نیت باندھی، ابھی الحمدللہ شروع ہی کی تھی کہ بچے نے رونا شروع کردیا، کسی نہ کسی طرح الحمد پوری کی تو بچے نے سپیڈ پکڑی، امامہ صاحبہ نے عم یتساء لون کی جگہ قل ھو اللہ سے کام چلا کر اُٹھک بیٹھک کرائی اور سلام پھیرتے ہی بچے کو سینے سے لپٹا کر اس کے پیٹ بھرنے کا انتظام کیا۔ مقتدی سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، نہ جانے امامہ صاحبہ کے اس عمل پر پڑھ رہے یا فجر کے بعد کے معمول کے مطابق پڑھی جانے والی تسبیح کا ورد کررہے ہیں، کیا اس طریقہ کی نماز میں کسی تقدس کا ادنیٰ بھی امکان ہوسکتا ہے؟

شریعتِ اسلامیہ نے عورتوں کی جسمانی و روحانی نزاکتوں کے پیش نظر اُنہیں نماز جیسی اہم عبادت جماعت کے ساتھ پڑھنا لازمی قرار نہیں دیا، نہ ہی ان پر جمعہ کی نماز فرض کی گئی ہے نہ جانے کیوں چودہ سو سال بعد پروفیسر امینہ ودود اور اسریٰ نعمانی جیسی خواتین کے دماغ میں یہ سودا سمایا کہ وہ جمعہ کی نماز نہ صرف پڑھیں بلکہ پڑھائیں بھی اور وہ بھی صرف عورتوں کو ہی نہیں بلکہ مردوں کو بھی، یہ لازمی بات ہے کہ یہ 'سودا' سمایا نہیں بلکہ سموایا گیا ہے۔ کیا مساوات کے اظہار کا یہی طریقہ ہے کہ باجماعت نماز کی امامت کرلی جائے؟ (ماہنامہ 'فیصل' دہلی: مئی ص ۱۰،۱۱)

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور مغرب

حافظ صلاح الدین یوسف

فتنۂ اِمامت زَن

استعمار اور اس کے کارندوں کا کردار

پچھلے دِنوں نیویارک، امریکہ میں چند مغرب زدہ خواتین وحضرات نے ایک چرچ میں جمع ہوکر ایک عورت کی امامت میں نماز پڑھی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ حرکت اسلامی تعلیمات کے بھی یکسر خلاف تھی اور چودہ سو سالہ مسلماتِ اسلامیہ سے انحراف بھی۔ جس پر بجا طور پر عالم اسلام میں اضطراب وتشویش کی لہر دوڑ گئی اور اسے مغربی استعمار کی ایک سازش سمجھا گیا اور اس حرکت کا ارتکاب واہتمام کرنے والوں کو ان کا کارندہ قرار دیا گیا کیونکہ ہدایت کار (ڈائریکٹر) تو وہی تھے، اور یہ 'نمازیانِ استعمار' تو صرف اداکار تھے۔

لیکن ہمارے ملک میں بھی متعدد گروہ ایسے ہیں جو یہاں بھی وہی کام کررہے ہیں جو اسلام دشمن طاقتوں (مغربی استعمار) کا ایجنڈہ ہے۔ کچھ تو ان کے ایسے گماشتے ہیں جو بالکل ظاہر ہیں اور وہ اپنے کو چھپاتے بھی نہیں ہیں، کیونکہ ان کو اپنی فرنگیت مآبی پر فخر بھی ہے اور اس کے پرچار کو وہ ملک وقوم کی ترقی کے لئے ناگزیر بھی سمجھتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ان کے تنخواہ دار یا 'ایڈ' یافتہ ایجنٹ ہیں۔ اُنہوں نے مختلف ناموں سے تعلیمی ادارے یا این جی اوز بنائی ہوئی ہیں اور ان کی آڑ میں مغرب کے مشن کو یہاں فروغ دے رہے ہیں۔ اور بدقسمتی سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے لبادہ مذہب کا اوڑھا ہوا ہے اور علم وتحقیق کا فروغ اس کا دعویٰ ہے، لیکن کام اس کا بھی وہی جو مذکورہ دو گروہوں کا ہے یا اس کے نتائج 'تحقیق' بھی وہی نکلتے ہیں جو استعمار کو مطلوب ہیں۔ چنانچہ یہ گروہ ہر ایسے موضوع پر، جو استعمار کی ضرورت ہے اور جس سے وہ اسلامی معاشرے کو اسلامی اقدار وروایات سے بیگانہ کرکے مغربی تہذیب واقدار کا والہ وشیدا بنانا یا اس میں فکری انتشار پیدا کرنا چاہتا ہے۔ 'تحقیق' کے نام پر اسے بال وپر مہیا کرتا ہے، اس کے نین نقش سنوارتا ہے اور اس کو 'دلائل' سے آراستہ کرکے اس جرعہ تلخ کو

شیریں یا اس زہر ہلاہل کو آبِ حیات بنا کر پیش کرتا ہے۔

❁ چنانچہ دیکھ لیجئے! مغربی استعمار اسلامی سزاؤں کو (نعوذ باللہ) وحشیانہ سمجھتا اور قرار دیتا ہے، تو اس گروہ نے بھی حدِ رجم کا انکار کردیا، جب کہ یہ حد متواتر احادیث سے ثابت ہے اور اُمتِ مسلمہ کا اس پر اجماع ہے۔ لیکن یہ گروہ اس کے اسلامی حد ہونے کا انکار کرتا ہے اور اس پر دادِ تحقیق دیتا اور بہ زعم خویش 'دلائل' کا انبار لگاتا ہے۔ یہ استعمار کی ایک خدمت ہے جو یہ گروہ علم و تحقیق کے نام پر اور مذہب کا لبادہ اوڑھ کر سرانجام دے رہا ہے۔

❁ ناچ گانا اور موسیقی مغربی تہذیب کی روح اور اس کی غذا ہے۔ یہ گروہ ان بے حیائیوں کو بھی نہ صرف سندِ جواز مہیا کررہا ہے، بلکہ ان کوتاہ آستینوں کی دراز دستی کا یہ عالم ہے کہ اُنہوں نے پیکرِ حیا نبی آخر الزماں رسولِ اکرم ﷺ پر بھی...... جنہوں نے اپنے مقاصدِ بعثت میں ایک مقصد معازف و مزامیر (گانے بجانے کے آلات) کا مٹانا بھی بتایا ہے...... مغنّیات کے گانے سننے کا الزام عائد کردیا ہے۔ (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ)

❁ تصویر سازی بھی مغرب کی اخلاق سوز، ایمان شکن اور حیا باختہ تہذیب کا بنیادی ستون ہے۔ اس گروہ نے بہ زعم خویش اس حرام کو بھی 'ماشاء اللہ چشم بددور' اپنے زورِ قلم اور استدلال کی فن کاریوں سے حلال کردکھایا ہے۔ ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند!

❁ انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ کو اپنی جعلی نبوت کے اثبات کے لئے ضرورت تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزولِ آسمانی کا انکار کیا جائے۔ اس گروہِ 'اشراق' نے بھی مرزا قادیانی کی ہم نوائی کرتے ہوئے اس متواتر عقیدۂ نزولِ مسیح کا انکار کرکے عالمی استعمار کی کھڑی کردہ جعلی نبوت کی عمارت کو سہارا دیا۔

❁ ایک عورت کا مرد وزَن کے مخلوط اجتماع میں، امامت کے فرائض ادا کرنا بھی ایک فتنہ اور اسلام کے صریح احکام سے انحراف کا شاخسانہ ہے۔ اس گروہ نے اس کی بھی تحسین کی اور مئی ۲۰۰۵ء کے ماہنامہ 'اشراق' لاہور میں اس انحراف و بغاوت کے جواز کے دلائل بھی مہیا فرما دیے گئے ہیں

نظر لگے نہ کہیں اُس کے دست و بازو کو | یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

بہر حال اس گروہ کے اس طرزِ عمل کو استعمار پسندی اور اس کے استعماری مفادات کی پاسبانی کہہ لیجئے یا ایسا رویہ جسے اس دور میں صرف اسلام کی تصویر بگاڑنے سے غرض ہے۔ یہ گروہ ہر اُس بات کی تلاش میں رہتا ہے جس میں اسلام سے انحراف ہو یا اسلامی مسلمات کا انکار ہو پھر اس کے جواز میں ان کا قلم خار اشگافی شروع کردیتا ہے اور دلائل کو توڑ مروڑ کر استدلال کا تانا بانا اس طرح بُنا جاتا ہے کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام باور کرا دیا جاتا ہے۔ مذکورہ تمام مثالوں میں اس کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔

امامتِ زن کی تحسین، بے مثال انصاف اور دانش وتحقیق کی مثال؟

'اشراق' کے محولہ مضمون سے بھی ہماری باتوں کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً دیکھئے مضمون کا آغاز ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"پچھلے دِنوں ایک نیک سیرت اور پڑھی لکھی خاتون نے نیویارک میں جمعہ کی نماز میں مردوں اور عورتوں کی امامت کی پاکستانی میڈیا میں ایک ہنگامہ بپا ہوگیا......"

ذرا غور فرمایئے، چودہ سو سالہ اسلامی مسلمات سے کھلم کھلا انحراف و بغاوت کرنے والی خاتون، جو انحرافی سوچ کی حامل بھی ہے اور اسلام دشمن طاقتوں کی ایجنٹ بھی (جس کی تفصیل ہفت روزہ 'ندائے ملت' لاہور کے دو شماروں میں شائع ہوچکی ہے۔ اس کی ضروری تلخیص مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں) وہ تو نیک سیرت ہے اور عہدِ رسالت مآب ﷺ میں رجم ہونے والے صحابی حضرت ماعزؓ اور صحابیہ حضرت غامدیہؓ اس گروہ کے 'امام' کے نزدیک 'نہایت بدخصلت غنڈہ اور پیشہ ور طوائف' (نعوذ باللہ) حالانکہ یہ دونوں اتنے پاکباز اور خوفِ الٰہی سے لرزاں وترساں تھے کہ خود بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوکر ان دونوں نے اپنے آپ کو دنیوی سزا کے لئے پیش کیا، تاکہ وہ پاک ہوکر اللہ کے پاس جائیں۔ اور نبی ﷺ نے ان کی پاکیزگی اور صدق توبہ کی گواہی بھی دی۔ لیکن وہ پھر بھی بدمعاش کے بدمعاش اور پیشہ ور بدکار (نعوذ باللہ من هذه الهذيانات) اور ان کی زیر بحث 'اِمامن' یا اس تحریک کی سرغنہ ایک ولدالزنا کی ماں ہونے کے باوجود 'نیک سیرت'؟

کیا خوب انصاف ہے منحرفین کے اس گروہ کا اور کیسی عظیم دانش وتحقیق ہے ان کی؟

بے مثال 'انصاف' اور 'تحقیق' کی دوسری مثال

دوسری مثال اس گروہ کے عدل وانصاف اور تحقیق کی یہ ہے کہ حدِ رجم، جو متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے اور اجماعِ اُمت سے بھی اور اس 'عملی تواتر اُمت' سے بھی جسے یہ گروہ 'سنت' سے تعبیر کرتا ہے، یعنی ان کے اپنے بنائے ہوئے پیمانے اور معیار سے بھی یہ حدِ رجم ثابت ہوتی ہے، لیکن اسے یہ نکال اور تعزیر کے طور پر تو مانتا ہے، البتہ اسے حدِ شرعی ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مگر دوسری طرف ایک ضعیف یا کم از کم ایک مختلف فیہ روایت کو بنیاد بنا کر عورتوں کی امامت کے فتنے کو جائز قرار دینے کی مذموم سعی کر رہا ہے، علاوہ ازیں اس روایت میں ایسے کوئی واضح الفاظ بھی نہیں ہیں جن سے یہ معلوم ہو کہ حضرت اُمّ ورقہؓ کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی مرد بھی ہوتے تھے، جیسا کہ آگے ہم ان شاء اللہ وضاحت کریں گے۔ جبکہ رجم کی روایات اس امر میں واضح ہیں کہ جن کو بھی رجم کی سزا دی گئی، وہ شادی شدہ تھے اور شادی شدہ ہونے کے باوجود ارتکابِ زنا کرنے ہی پر ان کو رجم کی سزا دی گئی تھی، لیکن یہ گروہ اس روزِ روشن سے زیادہ واضح حقیقت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ زنا کی سزا صرف ایک ہی ہے اور وہ سو کوڑے ہیں، زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ۔

تیسری مثال

قرآنِ کریم میں ہے: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (سورۃ النور) ''زانی مرد اور زانی عورت، ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو......''

قرآن کا یہ حکم عام ہے جس میں ہر قسم کے زانی شامل ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے عمل اور فرمان سے قرآن کے اس عموم کی تخصیص ہوگئی اور یہ بات مسلّم ہوگئی کہ قرآن کی بیان کردہ زنا کی سزا اُن زانیوں کے لئے ہے جو کنوارے ہوں، اور شادی شدہ زانیوں کی سزا رجم ہے جو حدیث سے ثابت ہے، پوری اُمت نے حدیثِ رسولؐ سے قرآن کے اس عموم کی تخصیص کو تسلیم کیا اور اس پر اُمت کا اجماع ہوگیا۔ لیکن یہ گروہ کہتا ہے کہ یہ تو قرآن کی توہین ہے۔ قرآن کا عموم، رسول اللہ ﷺ کے عمل یا فرمان سے خاص نہیں ہوسکتا۔ وہ اس عملِ رسولؐ اور حدیثِ رسولؐ کو نعوذ باللہ قرآن پر زیادتی یا قرآن کا نسخ قرار دیتا اور کہتا ہے کہ یہ اختیار اللہ

کے رسولؐ کو بھی حاصل نہیں۔

دوسری طرف دیکھئے! قرآن عورتوں کی بابت کہتا ہے: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب:۳۳،۲۳) ''تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو'' یعنی بغیر ضروری حاجت کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت کا دائرۂ عمل اُمورِ سیاست و جہاں بانی نہیں، معاشی جھمیلے نہیں، امامت و خطابت کے فرائض ادا کرنے نہیں، بلکہ گھر کی چار دیواری کے اندر رہ کر امورِ خانہ داری سرانجام دینا ہے۔

لیکن یہاں یہ گروہ حضرت اُمّ ورقہؓ کی حدیث سے، جس کی صحت بھی متفق علیہ نہیں، قرآنی حکم کے برعکس عورت کی امامت و خطابت کا اثبات کررہا ہے۔ رجم کی متواتر اور متفق علیہ روایات کے ماننے سے ان کے نزدیک قرآن کی برتری مجروح ہوتی ہے، لیکن ایک مختلف فیہ روایت کی بنیاد پر حکم قرآنی سے انحراف سے شاید اس لئے قرآن کی برتری مجروح نہیں ہوتی کہ اس انحراف سے بے توفیق فقیہانِ 'اشراق' یا استعمار کے مقاصد کی آبیاری ہوتی ہے۔

حضرت اُمّ ورقہؓ کی حدیث اور اس سے استدلال کی حقیقت

بہرحال ان چند مثالوں سے مقصود اس 'عدل و انصاف' کی وضاحت اور اس تضاد کی نشاندہی کرنا ہے جس کا مظاہرہ مذکورہ منحرفین کا گروہ کررہا ہے اور اس 'علم و تحقیق' کو آشکارا کرنا ہے جس پر یہ مدعیانِ علم و تحقیق فخر کا اظہار کرتا ہے۔ ورنہ قرآن و حدیث کا دلی احترام صحیح معنوں میں موجود ہو اور مسلماتِ اسلامیہ سے گریز و انحراف بھی ناپسندیدہ ہو تو پھر زیر بحث واقعہ امامتِ زن کی ناپسندیدگی اور اس کے اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔ اس نکتے کی وضاحت کے لئے چند باتیں پیش خدمت ہیں:

❶ حضرت اُمّ ورقہؓ کی اس حدیث میں، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھانے کی اجازت دی اور ان کے لئے ایک مؤذن بھی مقرر فرمایا، کئی اُمور قابل غور ہیں:

اوّل تو اس حدیث کی صحت متفق علیہ نہیں، محققین حدیث کی اکثریت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، تاہم بعض نے اسے 'حسن' تسلیم کیا ہے۔ ہم فی الحال اس کی اسنادی تحقیق سے گریز کرتے ہوئے اور اس کو حسن درجے کی روایت تسلیم کرتے ہوئے یہ عرض کریں گے کہ یہ

ایک استثنائی واقعہ ہے یا اس میں عموم ہے؟

ظاہر بات ہے کہ یہ ایک استثنائی صورت ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں بھی حضرت اُمّ ورقہ کے علاوہ کسی اور عورت کو اپنے محلے یا اپنے گھر میں اذان کے ساتھ نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا گیا؟ اسی طرح عہدِ صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک اُمتِ مسلمہ میں اس کا کہیں اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس لئے اس استثنائی واقعے کی بنیاد پر مغرب کے نظریۂ مساواتِ مرد وزن کو ثابت کرنے کا اور اسے 'آزادیٔ نسواں' کی تحریک کا پیش خیمہ بنانے کا جواز کیا ہے؟ اور کیا اس سے واقعی مغرب کے نظریۂ مساوات کا یا آزادیٔ نسواں کا اثبات ہوتا ہے؟ جن مردوں اور عورتوں نے یا اس کے پس پردہ ہدایت کاروں نے یہ کھڑاک رچایا ہے، ان کا مقصد تو اس امامتِ زن سے نظریۂ مساوات مرد وزن یا تحریکِ آزادیٔ نسواں ہی کا اثبات ہے۔ اسی لئے اس واقعے میں

"اُنہیں ریاستی طاقت کی آشیرداد حاصل تھی۔ اس چرچ کے، جہاں یہ نماز ادا کی گئی، چاروں اطراف امریکی پولیس پہرے دار بن کر کھڑی رہی۔"

(روزنامہ پاکستان میگزین، ہفت روزہ 'زندگی' ص ۳، ۲۷؍ مارچ ۲۰۰۵ء)

اس سے واضح ہے کہ اس سازش کو استعمار کی حمایت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اس میں جس قسم کے لوگ پیش پیش تھے، اس کی تفصیل بھی عائشہ سروری نامی ایک خاتون کے ذریعے سے سنئے۔ اس خاتون نے امریکہ جاکر اور براہِ راست اصل لوگوں سے مل کر یہ تفصیل بیان کی ہے۔ یہ خاتون لکھتی ہے:

"اسریٰ نعمانی امریکی شہری اور طلاق یافتہ ہے اور دو بیسٹ سیلر کتابوں کی مصنفہ بھی۔ اسریٰ نعمانی مورگن ٹاؤن اور ورجینیا میں مقیم مسلمانوں کے نزدیک اس لئے زیادہ ناپسندیدہ ہے کہ ایک تو وہ مسلمان عورتوں کے حقوق کی متشدد حامی ہے اور دوسرا یہ کہ اس نے طلاق کے چند سال بعد ایک بیٹے کو بغیر نکاح کے جنم دیا...... اسریٰ نعمانی نے ڈاکٹر امینہ ودود سے مل کر مسجدوں میں مردوں کے برابر حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کا آغاز کیا جس سے مقامی مسلمانوں میں بہت شدید رنج اور ناراضگی کی لہر دوڑ گئی...... نمازِ جمعہ کی امامت کرانے میں اسریٰ نعمانی اور ڈاکٹر امینہ ودود نے اکٹھے مل کر جدوجہد کی ہے۔ امریکی قوانین اُنہیں اس سمت میں آگے بڑھنے میں بھرپور مدد فراہم

کررہے ہیں۔" (بحوالہ اخبارِ مذکور: 'زندگی' ۲۷/ مارچ ۲۰۰۵ء)

عائشہ سروری کی بیان کردہ اس تفصیل سے وہ تکون سامنے آجاتی ہے جو اس سازش کی روحِ رواں ہے۔ اور وہ ہیں: ایک ناجائز بچے کی بدکار ماں۔ دوسری خود ڈاکٹر امینہ ودود (امامن اور خطیبن) اور تیسری امریکی حکومت۔ اور اب خود امامن اور خطیبن کا بیان ملاحظہ فرمائیں جو اس نے جمعے کے خطبے میں دیا۔ اس نے کہا:

"قرآن نے عورت اور مرد کو برابر کے حقوق عنایت فرمائے ہیں، لیکن مسلمان مردوں نے اسلامی تعلیمات کا چہرہ مسخ کردیا ہے اور عورت کو اس کے حقوق سے محروم کررکھا ہے۔ یہ مرد عورت کو محض جنسی تفریح سمجھتے ہیں۔" (اخبارِ مذکور)

اس پس منظر کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت اُم ورقہؓ کی مذکورہ حدیث کو جو ایک استثنائی صورت کی حامل ہے، امریکہ میں پیش آنے والے واقعے کے جواز میں پیش کرنا، قیاس مع الفارق ہے۔ اس واقعے کے اداکار و ہدایت کار تو مسجدوں میں مخلوط نماز کو رواج دے کر مغرب کے نظریۂ مساواتِ مردوزن کو، مسلمان معاشروں ہی میں نہیں، بلکہ مسجدوں کے اندر بھی اسے نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

کیا فقیہان 'اشراق' جو اِن باغیانِ اسلام کی اس مذموم حرکت کو سندِ جواز مہیا کرنے کے لئے کیل کانٹے سے لیس ہوکر میدانِ صحافت میں اُتر آئے ہیں، اسی مساوات کے حامی ہیں جس کے قائل امامتِ زن کے حامی یا اس کے بانی ہیں؟ اگر وہ اس مغربی مساوات کے قائل ہیں، پھر تو ان کی ہم نوائی قابل فہم ہے۔ اور اگر وہ اس مساوات کے قائل نہیں ہیں، تو پھر ان کی ہم نوائی کیوں؟ اور اس کی حمایت میں یہ سرگرمی کیوں؟ (اس کے جواب کے ہم منتظر رہیں گے!)

❷ دوسرا قابل غور پہلو حدیثِ زیر بحث میں یہ ہے کہ اس کے کسی بھی لفظ سے اس بات کا اثبات نہیں ہوتا کہ حضرت اُمّ ورقہؓ کے پیچھے کوئی مرد بھی نماز پڑھتا تھا۔ محض اس بات سے کہ ایک بہت بوڑھا شخص (شیخ کبیر) ان کے لئے اذان کہتا تھا، یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ نماز بھی حضرت اُمّ ورقہؓ کے پیچھے پڑھتا ہوگا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے یہ احتمال پیش کیا ہے، لیکن محض احتمال سے تو استدلال ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایک دوسرا احتمال یہ بھی تو ہے کہ اذان

دینے کے بعد وہ شیخ کبیر نماز مسجدِ نبویؐ میں ہی آ کر پڑھتے ہوں۔ اور یہ احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ مسجدِ نبویؐ میں نماز کی جو فضیلت ہے، وہ گھر میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ جب اس میں دونوں ہی احتمال ہیں، تو پھر اس احتمال کو ترجیح کیوں نہ دی جائے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق بھی ہے اور صحابہ کرامؓ کے مزاج وسیرت کے موافق بھی۔

پھر اس واقعے سے عورتوں کا مردوں کی امامت کرنے کا جواز کس طرح ثابت ہوسکتا ہے؟

❸ تیسرا قابل غور پہلو یہ ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ کی یہ حدیث، حدیث کی جس جس کتاب میں بھی آئی ہے، ان سب کو دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی بھی محدث نے اس سے یہ استدلال نہیں کیا کہ عورت مردوں کی امامت کرسکتی ہے۔ اگر اس واقعے میں ایسا کوئی پہلو ہوتا تو کوئی تو محدث اس پہلو کا بھی اثبات کرتا، لیکن کسی ایک محدث نے بھی اس سے یہ مفہوم نہیں سمجھا جو ایک استعمار زدہ ٹولہ یا منحرفین کا گروہ اس سے کر رہا ہے۔

یہ حدیث ابوداود کے علاوہ السنن الكبرٰى للبيهقي، معرفة السنن والآثار للبيهقي، سنن دارقطني، ابن خزيمة اور مسند أحمد کی تبويب الفتح الرباني وغیرہ میں موجود ہے، کسی نے بھی اس حدیث پر ایسا باب قائم نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ عورت مردوں کی امام ہوسکتی ہے یا حضرت اُمّ ورقہؓ کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے۔

❹ چوتھا قابل غور پہلو، حدیث کے الفاظ أن تؤم أهل دارها کا مفہوم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دار کا لفظ کئی معنوں کے لئے آتا ہے۔ گھر کے لئے بھی، حویلی یا محلے کے مفہوم کے لئے بھی اور قبیلے کے لئے بھی۔ لیکن سیاق وسباق اور قرینے سے یہ تعین ہوگا کہ کس جگہ یہ کس معنی میں استعمال ہوا ہے؟ اس لئے یہ کہنا کہ گھر کے لئے یہ لفظ استعمال ہی نہیں ہوتا، یکسر غلط ہے۔ اس حدیث میں بھی یہ لفظ گھر ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اہل دار سے مراد صرف حضرت اُمّ ورقہؓ کے گھر کی عورتیں ہیں، جیسے کہ سنن دارقطنی کے ایک مقام پر یہ روایت أن تؤم أهل دارها کے بجائے أن تؤم نساء ها کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ اور حدیث کا مفہوم اس کے سارے طرق کی روشنی ہی میں متعین ہوتا ہے۔ اسی طرح

الموسوعة الفقهية (کویت) میں بھی یہ روایت أن تؤم نساء أهل دارها کے الفاظ کے ساتھ درج ہے، جس کے لئے انہوں نے سنن ابوداود (۱/۳۹۷) کے اس نسخے کا حوالہ دیا ہے جو عزت عبید دعاس کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ (دیکھئے: موسوعہ مذکورہ: ۶/۲۰۴)

سنن دارقطنی کے یہ الفاظ أن تؤم نساء ها اور اور سنن ابوداود کے ایک نسخے کے الفاظ أن تؤم نساء أهل دارها سے، دوسرے طرق کے الفاظ أن تؤم أهل دارها کا مفہوم واضح اور متعین ہو جاتا ہے کہ دار کو محلے یا حویلی کے معنی میں بھی لیا جائے، تب بھی یہی معنی ہوں گے کہ وہ محلے یا حویلی کی عورتوں کی امامت کرائے۔ اس میں مردوں کی شمولیت کا مفہوم تو پھر بھی شامل نہیں ہوگا۔

اور یہ مسئلہ کہ عورت، عورتوں کی امامت کرے، اس کو سوائے چند ایک فقہا کے، سب تسلیم کرتے ہیں، اس لئے کہ اس کا ثبوت حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ صحابیات سے ملتا ہے، تاہم اس صورت میں عورت، مرد امام کی طرح، صف کے آگے اکیلی کھڑی نہیں ہوگی بلکہ صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔

گمراہی اور کج روی کی بنیاد، محدثانہ نقطہ نظر سے انحراف ہے

بہرحال حدیث سے استدلال کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو محدثین کا طریقہ ہے (جو استدلال کا صحیح اور واحد طریقہ بھی ہے) تو اس حدیثِ اُم ورقہؓ سے قطعاً اس بات کا اثبات نہیں ہوتا جسے بے طرح ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دراصل جس گروہ کے بھی کچھ ذہنی تحفظات ہوتے ہیں، وہ اپنے ذہنی تحفظات ہی کی روشنی میں حدیث سے اخذ و استفادہ کرتا ہے۔ وہ محدثین کی طرح حدیث کو محض حدیث کے طور پر نہیں مانتا، یعنی اس سے جس مسئلے کا اثبات ہوتا ہے، اگر وہ اس کے ذہنی تحفظات سے متصادم ہوتی ہے تو وہ اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے سارے گروہ نہایت قوی اور صحیح ترین روایات کو تو مسترد کر دیتے ہیں اور نہایت گری پڑی روایت کو اپنا لیتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ محض اس لئے کہ حدیثِ رسولؐ کو ماننا ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتا بلکہ ان کے اپنے مخصوص مفادات اور ذہنی تحفظات ہوتے ہیں۔ صحیح السند اور قوی روایت اگر ان کے مفروضوں کا ساتھ نہیں دیتی تو وہ مردود، اور کوئی

ضعیف روایت ان کے مفروضوں کو سہارا دینے والی ہو تو وہ مقبول۔ حتیٰ کہ حدیث سے مطلب برآری کی یہ لے یہاں تک بڑھتی ہے کہ کسی حدیث کے ایک جز سے اگر ان کا مقصد پورا ہوتا ہے تو وہ تو صحیح قرار پاتا ہے اور اسی حدیث کا دوسرا جز اگر ان کے مقصد سے ہم آہنگ نہیں ہوتا، تو وہ غلط قرار پاتا ہے، یا پھر اس جز کی کوئی مضحکہ خیر تاویل کرکے اسے بھی اپنے مطلب کا بنانے کی سعی کی جاتی ہے۔

اسی ذہنی تحفظ یا مطلب برآری کا ایک عجیب مظاہرہ 'اشراق' کے مضمون نگار نے بھی کیا ہے۔ دیکھئے سنن دارقطنی کی روایت کے الفاظ أن تؤم نساء ھا محدثین کے طریقے کے مطابق، اس روایت کے دوسرے الفاظ (أھل دارھا وغیرہ) کے مفہوم کو متعین اور واضح کردیتے ہیں۔ لیکن چونکہ مقصود حدیث سے استفادہ اور اس سے ثابت شدہ بات کو ماننا نہیں ہے، بلکہ توڑ مروڑ کر حدیث سے اپنی بات کا اثبات کرنا ہے۔ اس لئے دارقطنی کی اس روایت کو 'اشراق' کے مضمون نگار نے بھی پیش کیا ہے۔ لیکن اس نے ترجمے اور مطلب بیان کرنے میں جو گھپلے کئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے ترجمہ دیکھیں:

''اُمّ ورقہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے اجازت دے دی تھی کہ اس کے لئے اذان دی جائے اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنی عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں۔''

(اشراق: مئی ۲۰۰۵ء، ص ۳۸)

ترجمے کے گھپلے کو سمجھنے کے لئے حدیث کے اصل عربی الفاظ کا سامنے ہونا ضروری ہے۔ الفاظ یہ ہیں: أن رسول اللہ ﷺ أَذِن لھا أن یؤذنَ ویقامَ وتؤمَّ نساء ھا

(الدارقطني: باب في ذکر الجماعة وأھلھا وصفة الامام، حدیث ۱۰۶۹)

اس میں رسول اللہ ﷺ کے تین حکموں کا بیان ہے:

① اس کے لئے اذان دی جائے

② اقامت کہی جائے اور یہ کہ

③ وہ اپنی عورتوں کی امامت کرے۔

یہ اس کا صحیح ترجمہ بھی ہے اور جس سے صحیح مطلب بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ان کو اس بات کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی عورتوں کی امامت کرلیا کریں۔ جس سے یہ بات واضح ہوجاتی

ہے کہ ان کی امامت میں مرد نہیں ہوتے تھے، صرف عورتیں ہوتی تھیں۔ لیکن چونکہ مضمون نگار کے پیش نظر تو حدیثِ اُمّ ورقہؓ سے مردوں اور عورتوں کی مشترکہ امامت کا اثبات ہے، اس لئے اس نے پہلے تو ترجمے میں یہ تصرف کیا کہ ''وہ اپنی عورتوں کی امامت کرے'' کے بجائے ترجمہ کیا ہے: ''اور وہ اپنی عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں''۔

حالانکہ یہ ترجمہ اس وقت ہوسکتا تھا، جب اس میں کانت کا لفظ ہوتا یعنی وکانت تؤم النساء۔ یہ غلط ترجمہ اس لئے کیا کہ اسے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا حصہ شمار نہ ہونے دیا جائے، حالانکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان ہی کا ایک حصہ ہے۔ پھر اس غلط ترجمے کے ردّے پر دوسرا ردّہ یہ چڑھایا، مضمون نگار لکھتا ہے:

''اس روایت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کی امامت کیا کرتی تھی۔ یہ دار قطنی کے اپنے الفاظ ہیں، حدیث کے الفاظ نہیں۔ یہ ان کی اپنی رائے ہے، سنن دار قطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ اضافہ نہیں۔ اس لئے اس اضافے کو بطورِ دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔'' (اشراق، لاہور: مئی ۲۰۰۵ء، ص ۳۸،۳۹)

یعنی مسئلہ زیر بحث میں جو الفاظ نص قطعی کی حیثیت رکھتے ہیں، پہلے اس کا ترجمہ غلط کیا، تاکہ اسے رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے الگ باور کرایا جاسکے، پھر اس پر دوسرا ردّہ یہ چڑھایا کہ یہ ''دار قطنی کے اپنے الفاظ ہیں، حدیث کے نہیں۔'' تیسرا ردّہ یہ چڑھایا کہ ''یہ ان کی اپنی رائے ہے۔'' چوتھا ردّہ کہ یہ ''اضافہ ہے جو دار قطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔'' اور پھر ٹیپ کا بند، جو اصل مقصود ہے:

''اس لئے اس اضافے کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔'' (حوالہ مذکور)

سبحان اللہ، ماشاء اللہ! کیا خوب استدلال ہے، سب کچھ اپنی طرف سے۔ پہلے اپنے ذہن میں ایک نظریہ قائم کیا کہ عورت کا مردوں کی امامت کرنا جائز ہونا چاہئے۔ پھر جن الفاظ سے اس نظریے کی بیخ کنی ہوتی تھی، ان کا ترجمہ غلط کیا اور انہیں فرمانِ رسول ﷺ ماننے سے انکار کردیا، اور ان کو بلا دلیل امام دار قطنی کا اضافہ قرار دے کر اسے مسترد کردیا اور قطعی اعلان کردیا کہ اس اضافے کو بطورِ دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ یہ سارے دعوے غلط اور یکسر بے بنیاد ہیں۔ ان الفاظ کا وہی ترجمہ صحیح ہے جو ہم نے کیا ہے کیونکہ یہی دیگر احادیث مبارکہ اور عربی

قواعد کی رو سے درست بنتا ہے، اور یہ الفاظ نبی ﷺ ہی کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے ہیں، یہ امام دارقطنیؒ کے الفاظ نہیں ہیں، نہ یہ کوئی اضافہ ہے، بلکہ نفس مسئلہ میں نص قطعی اور دلیل واضح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ نظر بھی محدثانہ ہو، منہج بھی محدثانہ ہو اور مقصد بھی محدثانہ ہو۔ یعنی حدیث میں اپنے نظریے کو گھسیڑنا نہیں، بلکہ حدیث کی روشنی میں ہر بات کو سمجھنا اور نظریہ قائم کرنا ہو۔ ورنہ وہی بات ہوگی۔

ع دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے!!

فتنۂ امامتِ زن کی بانی ومحرک اور اس کا کردار، حقائق کی روشنی میں

اس کے بعد 'اشراق' کے مضمون نگار نے بعض فقہا کے اقوال امامتِ زن کے جواز میں نقل کیے ہیں اور اس میں بھی گھپلے کئے ہیں، لیکن حضرت اُمّ ورقہؓ کی حدیث اور اس سے استدلال کی حقیقت واضح کرنے کے بعد ہم اقوالِ فقہا پر بحث کو ضروری نہیں سمجھتے۔ تاہم فتنۂ امامتِ زن کے برپا کرنیوالوں کی بابت اور بہت سی باتیں نہایت مستند ذرائع سے سامنے آئی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں، وہ بھی پیش کردی جائیں تاکہ اس تحریک کا سارا کچا چٹھہ سامنے آجائے۔

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری ڈائریکٹر اسلامی سینٹر، کنکٹی کٹ، اسٹمفرڈ، امریکہ لکھتے ہیں:

''عورت کی امامت اور مسجد میں مردوں کے شانہ بشانہ عورتوں کی نماز کی تحریک کی اصل محرکہ اور روحِ رواں مارگن ٹاؤن ویسٹ ورجینیا کی ایک نام نہاد مسلمان اسریٰ نعمانی ہے۔ چار سال قبل اسریٰ نعمانی نے عورت کی امامت کے فتنے کی بنیاد اس طرح رکھی کہ وہ اپنی چند ہم خیال عورتوں کو لے کر مارگن ٹاؤن ویسٹ ورجینیا کی مسجد میں گھس گئی اور ان عورتوں نے مطالبہ کیا کہ اُنہیں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ مسجد کی انتظامیہ نے اُنہیں مردوں کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی لیکن مردوں کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے منع کردیا۔ اسریٰ نعمانی یہ معاملہ عدالت تک لے گئی، عدالت نے اسریٰ نعمانی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس عدالتی فیصلے کے بعد اسریٰ نعمانی اور اس کے ساتھیوں کا یہ طریقۂ کار ہے کہ وہ اعلان کردیتے ہیں کہ وہ فلاں فلاں دن فلاں مسجد میں مخلوط نماز پڑھیں گے، پھر اس دن وہ اس مسجد میں گھس جاتے ہیں، باہر پولیس، ان کے تحفظ کے لئے موجود ہوتی ہے...... اس اسریٰ نعمانی کے ساتھ ایسے ایسے واقعات وحقائق

منسوب ہیں کہ جن کو بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے لیکن وہ پوشیدہ نہیں ہیں۔''

(ماہنامہ 'تعمیر افکار' کراچی: ص۴۰،۴۱، مئی ۲۰۰۵ء)

❁ ہفت روزہ 'ندائے ملت' لاہور کے ایک مضمون نگار نے ۳۱/ مارچ ۲۰۰۵ء کے شمارے میں ایک تفصیلی مضمون شائع کیا ہے جس میں اسریٰ نعمانی کی بابت بتلایا گیا ہے کہ یہ سی آئی اے، اسرائیل اور موساد کی ایجنٹ ہے اور ڈینیل پرل (امریکی صحافی) کے ساتھ مل کر بھی اس نے پاکستان میں پاکستانی مفادات کے خلاف کام کیا ہے جس کے دستاویزی ثبوت اس مضمون میں شامل ہیں۔ ہم ان تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے اس شمارے سے صرف وہ دس سوالات یہاں نقل کرتے ہیں جو مضمون نگار نے اسریٰ نعمانی کو بھیجے ہیں، لیکن ابھی تک اس کی طرف سے ان کا جواب نہیں آیا، البتہ اتنا جواب اس نے دیا ہے کہ مجھے آپ کے سوالات مل گئے ہیں اور میں ان کا جواب تیار کررہی ہوں۔ یہ سوالات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، دیگر تفصیلات کے لئے مذکورہ شمارہ ملاحظہ فرمائیں۔

① کیا آپ 'اللہ' اور 'قرآن' کی تشریح کرسکتی ہیں؟

② عام مسلمان خواتین تو اپنے والد، بھائیوں اور خاوند سے یہ مطالبہ نہیں کرتیں کہ وہ ان کے ساتھ مساجد میں نماز پڑھنا چاہتی ہیں، لیکن آپ کی سوچ اور جدوجہد اس سے مختلف ہے، آپ اس کی کچھ وضاحت کریں گی؟

③ آپ کی جدوجہد اور کوششوں کے بارے میں یہ رائے بنتی ہے کہ اس کی ڈائریکشن ٹھیک نہیں ہے، آپ کا اس سلسلے میں موقف کیا ہے؟

④ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ آپ کی جدوجہد کی روشنی میں مسلمان خواتین کی سوچ تبدیل ہوسکتی ہے۔ اگر آپ اسے ممکن سمجھتی ہیں تو یہ کیسے کریں گی؟

⑤ آپ کی کوششوں اور 'جدوجہد' کو دیکھتے ہوئے بہت سے 'کھلے ذہن' کے لوگ آپ کے ساتھ مل گئے ہوں گے، کیا آپ ان کے نام بتاسکتی ہیں؟

⑥ علماے دین نے آپ کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے، اس بارے میں کچھ کہنا چاہیں گی؟

www.KitaboSunnat.com

ے کیا آپ شادی شدہ ہیں؟ اگر نہیں تو براہِ کرام اس بات کا جواب دیجئے کہ آپ کے بچے کی پیدائش ناجائز نہیں؟ ان سوالات کی بابت مضمون نگار نے لکھا ہے:

''اسریٰ نعمانی نے ان سوالات کے جوابات دینے کا وعدہ کیا ہے، جیسے ہی ان کا موقف موصول ہوا، شائع کردیا جائے گا۔'' (ہفت روزہ 'ندائے ملت' لاہور، ۳۱ مارچ ۲۰۰۵ء، ص ۱۱)

ندائے ملت کے اسی شمارے میں مخلوط نماز کی امامت کا فوٹو بھی شائع ہوا ہے، جس میں یہ اسریٰ نعمانی پینٹ شرٹ میں ملبوس کھلے بالوں کے ساتھ نمایاں ہے۔ هداها الله وإمامها

اس کے بعد 'ندائے ملت' میں ایک اور مضمون شائع ہوا ہے، یہ سارا مضمون ہی قابل مطالعہ ہے، علاوہ ازیں اس میں اس کی جدوجہد کے وہ دس نکتے بھی شامل ہیں جو عورتوں کے 'اسلامی حقوق' کے پُرفریب عنوان پر اس نے مرتب کئے ہیں۔ مقبول ارشد صاحب کے تحریر کردہ اس مضمون کے اہم اقتباسات بھی ملاحظہ فرمائیں:

اسریٰ نعمانی کا کھیل بے نقاب ہوگیا!!

امریکہ میں نمازِ جمعہ کے مخلوط اجتماع کی امامت کرکے 'شہرت' حاصل کرنے والی بھارتی نژاد خاتون اسریٰ نعمانی کے 'کھیل' کی حقیقت اب کھل کر سامنے آگئی ہے۔ ڈینیل پرل کیس میں ایک ملزمہ کے طور پر سامنے آنے اور پاکستان کے مفادات کے خلاف کام کرنے والی اسریٰ نعمانی اگرچہ اب یہ کوشش کررہی ہے کہ کسی طرح امریکہ کے دیگر شہروں میں بھی خاتون کی امامت میں ہی نمازِ جمعہ کے مخلوط اجتماعات کروائے جائیں، لیکن اس ایک واقعہ سے ہی لگتا ہے کہ اسریٰ نعمانی جو بظاہر اسلامی تعلیمات میں تبدیلیوں کے لئے کوششیں کررہی ہے، درحقیقت کیا عزائم رکھتی ہے؟

نیویارک سٹی کے ایک چرچ میں ادا کی جانے والی نماز جمعہ کے موقع پر اسریٰ نعمانی کے 'کھیل' کا بھانڈہ اس وقت پھوٹ گیا جب وہاں اسریٰ نعمانی سے یہ پوچھا گیا کہ معمول کی اپنی زندگی میں جمعہ کے علاوہ ایک دن میں فرض کی گئی پانچ نمازوں میں سے کتنی نمازیں پڑھتی ہیں؟ اسریٰ نعمانی اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکی اور غصے کی حالت میں اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اسریٰ نعمانی کے بارے میں اور بھی بہت سے دلچسپ اور انکشاف انگیز حقائق

www.KitaboSunnat.com

سامنے آئے ہیں جو اس کی سرگرمیوں اور عزائم سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

اسریٰ نعمانی کے بارے میں بعض ذرائع یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کا اصل نام قرۃ العین نعمانی ہے۔ تین سال کی عمر میں اس کے والد ظفر نعمانی اسے لے کر امریکی ریاست ورجینیا آ گئے تھے جہاں اُنہوں نے جنوبی ورجینیا کی ایک یونیورسٹی میں پڑھنا شروع کردیا۔ اسریٰ نعمانی نے بھی بعد میں اسی یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ اسریٰ یونیورسٹی لائف کے دوران اور بعد ازاں ایک صحافی کی حیثیت سے اپنے کیریئر کے دوران اپنی روشن خیالی اور کھلے ڈھلے ماحول کی وجہ سے جانی جاتی ہے۔ صحافتی کیریئر کے آغاز میں ہی اس نے افغانستان، تاجکستان اور بھارت کے دورے کئے۔ پاکستان جب وہ پہلی دفعہ آئی تو اس نے اپنے آپ کو ایک طالب علم ظاہر کیا، تاہم یہاں اس کی آمد کا مقصد پاکستان کے مذہبی اور جہادی گروپوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھا۔ اس کام میں اس کی مدد اسرائیل کے دوروں کے حوالے سے مشہور ایک مذہبی رہنما نے کی۔ ذرائع کے مطابق اسریٰ نعمانی نے لاہور میں اپنے ایک انکل اطہر نعمانی کے گھر قیام کیا جن کی رہائش علامہ اقبال ٹاؤن میں ہے اور وہ واپڈا کے ایک اعلیٰ ریٹائرڈ افسر ہیں۔ لاہور میں قیام کے بعد اسریٰ کراچی چلی گئی۔

اسریٰ نعمانی کے بارے میں جو مزید انکشاف انگیز حقائق معلوم ہوئے، ان میں بعض باتیں ایسی ہیں جنہیں اخلاقیات کے پیش نظر تحریر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم اسریٰ نعمانی کے بارے میں یہ باتیں ضرور قارئین کو بتاتے چلیں کہ مسلمان خواتین کی امامت کرنے والی یہ آزاد خیال خاتون تمام مسلم اور غیر مسلم خواتین کے لئے ہم جنس پرستی، شادی کے بغیر تعلقات، اسقاطِ حمل اور جنسی تجربات کی حامی ہے اور ناجائز بچے کی پیدائش کے بعد یہی حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کررہی ہے۔ اسریٰ نعمانی خود اس بارے میں کہتی ہے کہ اس کی جدوجہد خواتین کو بیڈ روم میں اسلامی حقوق دلانے کے لئے ہے۔ اسریٰ کا اس حوالے سے کہنا ہے:

> "I offer two charters of Muslim justice...... an Islamic bill of rights for women in mosques and an Islamic bill of rights for women in the Bedroom."

’’میں مسلمانوں کے انصاف کے دو منشور پیش کرتی ہوں: ایک مساجد میں خواتین کے حقوق

www.KitaboSunnat.com

کا اسلامک بل اور ایک بیڈروم میں خواتین کے حقوق کا اسلامک بل۔''

ان اُمور کی وضاحت کرتے ہوئے اسریٰ نے دس ایسی وجوہات بیان کی ہیں جو اس کی خواتین کیلئے 'جدوجہد' کو بے نقاب کرتی ہیں:

① Women have an Islamic right to respectful and pleasurable sex ual experience.

② Women have an Islamic right to make independent decisions about their bodies, including the right to say no to sex.

③ Women have an Islamic right to make independent decisions about their partner, including their right to say no to a husband marrying a second wife.

④ Women have an Islamic right to make independent decisions about their choice of a partner.

⑤ Women have an Islamic right to make independent decisions about contraception and reproduction.

⑥ Women have an Islamic right to protection from physical, emotional and sexual abuse.

⑦ Women have an Islamic right to sexual privacy.

⑧ Women have an Islamic right to exemption from criminalization or punishment for consensual adult sex.

اسریٰ نعمانی کے ان خیالات اور خواتین کے حقوق کے لئے جدوجہد کی کوششوں کی حقیقت سامنے آنے سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسریٰ نعمانی کا اصل ایجنڈا کیا ہے؟ وہ خواتین کے جن حقوق کے لئے جدوجہد کررہی ہے اس کے پیچھے کون لوگ ہیں؟

اسریٰ نعمانی اور ڈاکٹر امینہ ودود ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلام کی جو تصویر پیش کررہی ہیں، اس سے مسلم کمیونٹی میں شدید جذبات پائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر امینہ ودود نے نمازِ جمعہ کی امامت کے دوران عربی میں پڑھے جانے والے خطبہ کی کتاب اپنے پاؤں میں رکھ دی۔ اسریٰ نعمانی نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خواتینکو مسجد میں داخل ہونے کا، صف

میں بیٹھنے کا اور منبر پر کھڑے ہونے کا حق ہے اور ان حقوق کے لئے کوششیں کی جائیں گی۔
اسریٰ نعمانی مغربی ایجنڈے کو آگے بڑھاتے اور مسلم کمیونٹی کے جذبات کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنی سی کوششیں کررہی ہے، تاہم اب اس کی پُراسراریت بے نقاب ہونا شروع ہوگئی ہے۔ (روزنامہ 'ندائے ملت' لاہور: ۷/اپریل ۲۰۰۵ء)

'ندائے ملت' کے مضمون نگار نے اسریٰ نعمانی کے جن دس نکات کا انگریزی متن نقل کیا ہے، اُنہوں نے اس کا اُردو ترجمہ نہیں دیا ہے، ہم ذیل میں اس کا ترجمہ بھی دے رہے ہیں:

① عورتوں کا یہ اسلامی حق ہے کہ ان کے جنسی تعلق احترام پر مبنی اور خوش کن ہوں۔
② عورتوں کا یہ اسلامی حق ہے کہ وہ اپنے جسم کے بارے میں اپنی مرضی سے فیصلے کریں اور اس میں ہم بستری سے انکار کرنے کا حق بھی شامل ہے۔
③ عورتوں کا اسلامی حق ہے کہ وہ اپنے شریکِ حیات چننے کے بارے میں بااختیار ہوں اور انہیں شوہر کو دوسری شادی سے روکنے کا حق بھی حاصل ہو۔
④ عورتوں کا اسلامی حق ہے کہ وہ اپنے شریکِ حیات کے انتخاب کے بارے میں مستقل طور پر خود مختار فیصلہ کرسکیں۔
⑤ مانع حمل ادویات استعمال کرنے اور بچے جننے کے بارے میں عورت کو فیصلہ کرنے کا اختیار بھی ملنا چاہئے۔
⑥ عورتوں کا اسلامی حق ہے کہ انہیں جسمانی، جذباتی اور جنسی استحصال سے تحفظ حاصل ہو۔
⑦ عورتوں کا اسلامی حق ہے کہ انہیں جنسی امور میں پرائیویسی حاصل ہو۔
⑧ عورتوں کا اسلامی حق ہے کہ اُنہیں بلوغت پر باہمی رضا مندی سے ہم بستری کی صورت میں مجرم بنائے جانے یا سزایابی سے استثنا کا حق حاصل ہو۔
⑨ عورتوں کا اسلامی حق ہے کہ انہیں بدگوئی اور تضحیک وتوہین سے تحفظ حاصل ہو۔
⑩ عورتوں کا اسلامی حق ہے کہ اُنہیں جنسی صحت کے اہتمام اور جنسی تعلیم کا حق حاصل ہو۔

ان ساری دفعات کو دیکھ لیں کہ ان میں کوئی بھی ایسی بات ہے کہ جس کا تعلق واقعی مسلمان عورت کی معاشرتی زندگی کی بہتری سے ہو؟ یا مسلمانوں کی دین سے بے خبری کی وجہ

www.KitaboSunnat.com

سے مسلمان عورت کو جن ابتلاؤں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ان کا کوئی حل ان میں ہو؟ یا ان سے ان کا معاشرتی رتبہ بلند ہوسکتا ہو؟ ان میں سے کوئی ایک بات بھی ان میں نہیں ہے۔ ان دفعات میں سارا زور اس امر پر دیا گیا ہے کہ مسلمان عورت بھی مغرب کی حیا باختہ عورت کی طرح آزاد ہو، وہ خود ہی تجربے کرکے اپنے شریکِ حیات کا انتخاب کرے، اور اس کے بعد بھی اس کا شریکِ حیات (پارٹنر) اس کے ماتحت رہ کر اپنا وقت گزارے۔ حتیٰ کہ وہ بدکاری کا ارتکاب بھی کرلے، تو اسے مستوجبِ سزا نہ ٹھہرایا جائے کیونکہ پاکدامنی کا تصور اب فرسودہ ہوگیا ہے اور یہ روشن خیالی کا دور ہے جس میں دیدارِ یار ہی کا اِذنِ عام نہیں، بلکہ شادی سے بھی پہلے سب کچھ کرنے کا حق ہے۔ اسی طرح عورت کو یہ حق بھی حاصل ہو کہ وہ اپنی مرضی سے جتنے چاہے بچے پیدا کرے، بچوں کی پیدائش کے بجائے اس کی صحت زیادہ عزیز ہونی چاہئے۔ علاوہ ازیں اسے یہ حق بھی ہو کہ وہ خاوند کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہ دے۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ مغرب کے ان تصورات کو، جو اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف، بے حیائی اور بدکاری کی کھلی چھوٹ کے مترادف اور مسلمان عورت کی عزت و وقار کے منافی ہیں، انہیں 'اسلامی حقوق' باور کرایا جارہا ہے، فإنا لله وإنا إليه راجعون

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

نام نہاد مسلمانوں کی وہ نسل نو، جو مغربی ماحول کی پروردہ، انہی کے تعلیمی اداروں کی پرداختہ اور انگریزوں ہی کی بوائے فرینڈ یا گرل فرینڈ ہے، ان میں سے بعض مردوزن کا اس فتراک کا نخچیر بن جانا، اس دامِ ہم رنگ زمین کا شکار ہوجانا اور استعمار کی اس سازش میں پھنس جانا، زیادہ ناقابل فہم نہیں ہے کہ وہ تو اسلام اور اس کی تعلیمات سے یکسر ناآشنا ہیں۔ لیکن ان مذہبی خرقہ پوشوں کو کیا کہئے جو تمام فقہاے اُمت سے زیادہ اپنے آپ کو 'فقیہ'، تمام مفسرین اُمت سے زیادہ اپنے آپ کو 'مفسر' اور تمام علماے اُمت سے زیادہ اپنے آپ کو 'عالم' اور تمام محققین اُمت سے زیادہ اپنے آپ کو 'محقق' سمجھتے ہیں کہ وہ بھی اس گروہِ ناہنجار کی حمایت میں آستین چڑھا کر میدان میں نکل آئے ہیں۔ اس گروہ کے اس رویے ہی سے بہ آسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کی اس 'تحقیق' کے پس پشت کیا مفادات کارفرما ہیں اور ان کی یہ 'فقاہت' ان کے کس ذہن کی غماز ہے؟   ع   ہم اگر عرض کریں تو شکایت ہوگی!!

www.KitaboSunnat.com

تحقیق وتنقید

مولانا ارشاد الحق اثری

کیا عورت مردوں کی امامت کرا سکتی ہے؟

مکرمی ومحترمی جناب مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

'اشراق' کے شمارہ مئی ۲۰۰۵ء میں 'عورت کی امامت' کے متعلق چھپنے والے مضمون کی فوٹو کاپی ارسال کرنے پر شکر گزار ہوں۔ آپ نے درست فرمایا ہے کہ غامدی صاحب اور اربابِ اشراق اسلام کا نیا ماڈل متعارف کرانے میں مصروف ہیں اور شاذ اقوال کی بنیاد پر نت نئے فتنوں کو پروان چڑھانے میں سرگرم ہیں۔ 'عورت کی امامت' کا مسئلہ نیا نہیں، پرانا ہے۔ اور علماے حق اس بارے میں بحمد اللہ ایک عرصہ ہوا احقاقِ حق کا فریضہ ادا کر چکے ہیں۔

جزاهم الله أحسن الجزاء

اس بحث میں اشراق نے جو رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے، اس بارے میں چند وضاحتیں پیش خدمت ہیں جس سے ان حضرات کے دجل وفریب کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

'اشراق' کی غلط بیانیاں

پہلا دجل: حضرت امّ ورقہؓ کی روایت کی صحت وضعف کے حوالے سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ

''حافظ ابن حجرؒ عسقلانی التلخیص الحبیر میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع مجہول الحال ہیں مگر ابن حبان نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے۔''

('اشراق' بابت مئی ۲۰۰۵ء: ص ۳۹)

حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے التلخیص میں قطعاً ولید بن عبداللہ کو مجہول الحال نہیں کہا۔ ان کے الفاظ ہیں:

”وفي اسناده عبد الرحمن بن خلاد وفيه جهالة“ (التلخيص: ج۲ص ۲۷)

www.KitaboSunnat.com

"اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن خلاد ہے اور اس میں جہالت پائی جاتی ہے۔"

علامہ البانیؒ ......جن کا حوالہ اشراق میں بار بار دیا گیا...... نے بھی إرواء الغلیل ج۲/ ص۲۵٦ میں حافظ ابن حجرؒ سے عبدالرحمٰن کی جہالت ہی نقل کی ہے۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ یہ ولید بن عبداللہ کے مجہول الحال ہونے کی بات کہاں سے در آئی۔

دوسرا دجل: یہی نہیں بلکہ صرف دس سطر بعد یہ بھی کہا گیا کہ

"دوسری حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن خلاد الانصاری کے بارے میں حافظ ابن حجر نے التقریب میں کہا ہے کہ وہ مجہول الحال ہے۔ مگر التلخیص الحبیر میں وہ کہتے ہیں کہ ابن حبان نے اسے ثقہ مانا ہے۔" (اشراق: ص۳۹)

حالانکہ یہ بھی محض دھوکہ اور فریب ہے کہ "التلخیص میں وہ کہتے ہیں کہ ابن حبان نے اسے ثقہ مانا ہے۔" جب کہ التلخیص میں ابن حبانؒ کی توثیق قطعاً منقول نہیں، بلکہ اس میں بھی یہی کہا ہے کہ "فيه جهالة" اس میں جہالت ہے۔ اسے کہتے ہیں یک نہ شد دو شد!

امام ابن قدامہؒ کے موقف میں تحریف

تیسرا دجل: اسی طرح اشراق میں امام ابن قدامہؒ کے حوالے سے یہ بھی نقل کیا گیا:

"عورت محض عورتوں کی امامت کرے، اس کی تردید ابن قدامہ نے المغنی ج۲/ص۱۹۸ میں یہ کہہ کر کی ہے کہ ورقہ بنت عبداللہ بن حارث کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مؤذن مقرر کیا اور اُنہیں حکم دیا کہ وہ اپنے اہل خاندان (محلّہ) کی امامت کرے، یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لئے عام ہے۔" (اشراق: ص۴۰)

حالانکہ یہ بھی محض فریب ہے۔ امام ابن قدامہؒ کا یہ موقف قطعاً نہیں بلکہ اُنہوں نے تو اس کی تردید کی ہے۔ چنانچہ پہلے انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ

"أما المرأة فلا يصح أن يأتم بها الرجل بحال في فرض ولا نافلة في قول عامة الفقهاء" (المغنی: ۳/۳۲، مسئلہ۲۵۴)

"عموماً فقہا کے قول کے مطابق مرد کے لئے عورت کی اقتدا کرنا کسی صورت صحیح نہیں، نہ فرضی میں اور نہ ہی نفلی نماز میں۔"

www.KitaboSunnat.com

اِس کے بعد اُنہوں نے امام ابوثورؒ اور امام مزنیؒ کا موقف نقل کیا ہے۔ پھر "بعض أصحابنا" کہہ کر یہ نقل کیا ہے کہ

''مرد تراویح میں عورت کی اقتدا کرے مگر عورت، مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ کیونکہ اُمّ ورقہؓ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ایک مؤذن مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے 'اہل خاندان' کی امامت کرے۔ یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لئے عام ہے۔'' (المغنی:۳/۳۲)

غور فرمایا آپ نے کہ امام ابن قدامہؒ تو اسے بعض حنابلہ کی دلیل کے طور پر ذکر کررہے ہیں مگر اشراق کے مضمون نگار جناب خورشید عالم اسے امام ابن قدامہؒ کا موقف ذکر کرتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں انہوں نے اس موقف کی ''عورت محض عورت کی امامت کرے'' تردید کی ہے اور فرمایا کہ اس حدیث میں حکم ''مردوں اور عورتوں کے لئے عام ہے'' حالانکہ انہوں نے ''عورت محض عورت کی امامت کرے'' کے موقف کی قطعاً تردید نہیں کی بلکہ جن بعض حنبلی حضرات نے نفلی نماز، مثلاً تراویح میں مرد کے لئے عورت کی امامت پر اس روایت سے استدلال کیا ہے، ان کا موقف نقل کیا ہے۔ اب ہم خورشید عالم صاحب کی عبارت فہمی پر بجز اس کے اور کہہ سکتے ہیں کہ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد!

رہا علامہ ابن قدامہؒ کا موقف جو انہوں نے ابتدا میں عموماً فقہا کرام سے نقل کیا ہے، اسکی تائید اور (بعض أصحابنا) بعض حنابلہ کے سابقہ موقف کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وحديث أمّ ورقة: إنما أذن لها أن تؤم نساء أهل دارها كذلك رواه الدارقطني وهذه الزيادة يجب قبولها ...... الخ" (المغنی ۲/۳۳ مع الشرح الکبیر)

''اور (رہی) حدیثِ اُمّ ورقہ تو بے شک اُنہیں اہل خانہ کی عورتوں کو نماز پڑھانے کی اجازت دی تھی جیسا کہ امام دارقطنیؒ نے اسے روایت کیا ہے، اس زیادت کو قبول کرنا واجب ہے۔''

اس کے بعد اُنہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر یہ تعیین کہ اُنہیں عورتوں کو نماز پڑھانے کی اجازت دی گئی تھی، نہ ہوتی تب بھی روایت اسی پر محمول تھی کہ وہ عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

"ولو لم يُذكر ذلك لتعيَّنَ حملُ الخبر عليه لأنه أذِن لها أن تؤمَّ في

الفرائض بدليل أنه جعَل لها مؤذِّنا والاذان إنما يُشرعُ في الفرائض ولا خلاف في أنها لا تؤمهم في الفرائض ولأن تخصيص ذلك بالتراويح واشتراط تأخرها تحكُّمٌ يخالف الأصول بغير دليل ...... الخ“

”اگر یہ زیادت نہ ہوتی، تب بھی حدیث کو اسی معنی میں متعین کیا جائے گا کیونکہ اُمّ ورقہ کو فرض نمازوں کی امامت کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے لئے مؤذن مقرر کیا گیا اور اذان فرض نمازوں کے لئے ہی مشروع ہے اور اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ عورت مردوں کی فرائض میں امام نہ بنے، اور اسلئے بھی کہ اس کی تراویح کے ساتھ تخصیص اور یہ شرط کہ وہ (مردوں کے) پیچھے رہے، تحکم ہے جو بلادلیل اُصول کے مخالف ہے۔“

اس عبارت کے بعد علامہ ابن قدامہؒ کے موقف میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ اُنہوں نے واضح اور صاف طور پر حضرت اُمّ ورقہ کی امامت کو سنن دارقطنی کی روایت کی بنا پر گھر کی عورتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر یہ واضح روایت نہ بھی ہوتی تب بھی اسے عورتوں کے لئے مخصوص سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ فرض نماز کے لئے عورت کی اقتدا نہ کرنے میں (حنابلہ کے ہاں) کوئی اختلاف نہیں۔ اور اسی روایت کو تراویح کے لئے جو بعض نے محمول کیا ہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ امام عورت، مقتدی مردوں سے پیچھے رہے یہ تحکم ہے اور اُصول کے خلاف ہے۔

مگر اس کے بالکل برعکس اشراق کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

”چنانچہ المغنی میں ابن قدامہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض حنبلی اصحاب کا قول ہے کہ عورت کے لئے نمازِ تراویح میں مردوں کی امامت جائز ہے۔ ابن قدامہ ان اصحاب کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کیلئے مؤذن مقرر کیا تھا جس سے پتا چلتا ہے کہ فرائض میں امامت کی اجازت دی گئی، کیونکہ اذان تو صرف فرضوں کیلئے دی جاتی ہے۔“ (اشراق: ۴۱)

یہاں بھی یہ کھیل کھیلا گیا ہے کہ پہلے تو علامہ ابن قدامہ نے 'بعض حنبلی اصحاب' کا جو موقف ذکر کیا تھا، وہ مکمل طور پر نقل نہیں کیا۔ ثانیاً انکی جو تردید تھی، اسے بھی پوری طرح بیان نہیں کیا۔ 'بعض حنبلی اصحاب' فرماتے ہیں کہ ”يجوز أن تؤم الرجال في التراويح وتكون وراء هم“ ”جائز ہے کہ عورت مردوں کو تراویح میں امامت کرائے اور عورت ان

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے ہو۔'' یعنی تراویح میں بھی عورت امام ہو تو مردوں کے آگے نہیں بلکہ پیچھے کھڑی ہوکر نماز پڑھائے۔ اسی کی تردید علامہ ابن قدامہ نے کی کہ تراویح کے ساتھ تخصیص اور ''اشتراط تأخرھا'' (عورت کا مردوں کے پیچھے ہونے کی شرط) تحکم اور خلافِ اُصول ہے۔

اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ جن 'بعض حنبلی اصحاب' نے عورت کے لئے نماز تراویح میں مردوں کی امامت جائز قرار دی ہے، وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ مردوں کے آگے بڑھ کر امام نہ بنے بس پیچھے رہ کر نماز پڑھائے، گویا مقتدی آگے اور امام پیچھے۔ ان کے اس موقف کی جو تردید کی، اسے تو اشراق میں بیان کردیا گیا مگر درمیان میں امام ابن قدامہؒ نے جو یہ فرمایا تھا: ''ولاخلاف في أنها لاتؤمهم في الفرائض'' اور اسی میں کوئی اختلاف نہیں کہ عورت فرض نمازوں میں مردوں کی امامت نہ کرائے، اسے بڑی دلیری سے حذف کردیا گیا۔ ؏ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا !!

سنن دارقطنی کی حدیث

سنن دارقطنی باب ذکر الجماعة وأهلها وصفة الإمام کے حوالے سے امام ابن قدامہؒ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا، اس کے مکمل الفاظ مع سند یوں ہیں:

حدثنا أحمد بن العباس البغوي ثنا عمر بن شبة ثنا أبو أحمد الزبيري نا الوليد بن جُميع عن أمه عن أم ورقة أن رسول الله ﷺ أذِن لها أن يُـؤَذَّنَ لَهَا ويُقَامَ وَتَـؤُمَّ نِسَاءَ هَا (سنن دارقطنی: ج۱ ص۲۷۸، حدیث ۱۰۶۹)

اس حدیث کی ابتدائی سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ولید بن جمیع بھی ثقہ ہیں۔ البتہ ان کی والدہ جس سے وہ روایت کرتے ہیں، ان کی توثیق منقول نہیں۔ مگر اس روایت سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اُمّ ورقہؓ کو گھر کی عورتوں کو نماز پڑھانے کی اجازت دی گئی تھی، مگر خورشید صاحب پہلے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''اُمّ ورقہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اجازت دی تھی کہ اس کے لئے اذان دی جائے اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنی عورتوں کی امامت کیا کرتی تھی۔'' (اشراق: ۳۸)

ثانیاً، اسی ترجمہ کی بنا پر یہ کہا گیا کہ ''یہ امام دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں، حدیث کے الفاظ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ یہ ان کی اپنی رائے ہے۔'' إنا للہ وإنا إلیه راجعون!

حالانکہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے کہ ''یہ امام دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں، حدیث کے الفاظ نہیں'' بلکہ یہ امام دارقطنی پر بہتان ہے کہ اُنہوں نے اسے حدیث میں شامل کردیا۔ اس کے برعکس علامہ ابن قدامہؒ تو فرماتے ہیں ''هذه الزيادة يجب قبولها''

کہ ''اس زیادت کو قبول کرنا واجب ہے۔''

علامہ ابن جوزیؒ نے التحقیق میں یہ روایت نقل کی اور اسی پر ولید اور اس کی والدہ پر جرح کی کہ ''ولید ضعیف اور اس کی والدہ مجہولہ ہیں۔'' ابن حبانؒ نے کہا کہ ''ولید قابل احتجاج نہیں۔'' (التحقیق: ج ۱/ص ۳۱۳ رقم ۳۸۷)۔ علامہ ذہبیؒ نے تنقیح التحقیق میں بھی دارقطنی کی یہی روایت ذکر کی اور فرمایا کہ ''لا یصح'' یہ صحیح نہیں۔ (ج ۱/ص ۱۱۹) مگر اس آخری جملہ کو یہ کہہ کر کسی نے ردّ نہیں کیا کہ یہ امام دارقطنیؒ کے الفاظ ہیں یا یہ مرفوع حصہ نہیں۔ علامہ ابن عبدالہادی نے بھی تنقیح التحقیق (ج ۱/ص ۲۹۳) میں یہ روایت نقل کی اور امام ابن جوزیؒ کی تردید کی کہ انہوں نے جو اس روایت کو ضعیف قرار دیا، یہ صحیح نہیں لیکن اس جملہ کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی جو اشراق میں کہی گئی ہے۔ بلکہ خود علامہ ابن جوزیؒ نے آگے مسائل الجماعة والإمامة میں فرمایا کہ يستحب للنساء أن يُصلين جماعة کہ ''عورتوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھیں۔'' اس کے لئے اُنہوں نے اسی دارقطنی کی روایت سے استدلال کیا، ان کے الفاظ ہیں:

لنا حديث أمّ ورقة أن رسول الله ﷺ أذن لها أن تؤم نسائها (ج ۱/ص ۴۷۱)

''ہمارے موقف کی دلیل اُمّ ورقہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ وہ اپنی عورتوں کی امام بنے۔'' بلکہ انہوں نے مزید یہ بھی نقل کیا:

''وروي في حديث: تصلي معهن في الصف''

''ایک حدیث میں بیان ہوا کہ وہ ان عورتوں کے ساتھ صف میں کھڑی ہوکر نماز پڑھے۔''

علامہ ابن عبدالہادیؒ نے التنقیح (ج ۱/ص ۱۱) اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تنقیح التحقیق ج ۱/ص ۲۵۳ میں بالکل اسی طرح نقل کیا جس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ان حضرات

www.KitaboSunnat.com

نے دارقطنی کے اسی حصہ سے عورتوں کے لئے عورت کی امامت پر استدلال کیا ہے۔

خورشید صاحب کا یہ ترجمہ کہ ''وہ اپنی عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں'' ہی دراصل اس وسوسہ شیطانی کا باعث ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ وغیرہ کے الفاظ سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہوجاتا ہے کہ اس حدیث میں ''أذن لها'' کا تعلق جس طرح ''يؤذن لها ويقام'' سے ہے، اسی طرح ''وتؤم نسائها'' سے بھی ہے۔

یہ آخری الفاظ بالکل اسی طرح ہیں جس طرح ابوداودؒ وغیرہ کے الفاظ ہیں: ''وأمرها أن تؤم أهل دارها'' فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں ''أَمَرَها'' کے الفاظ ساتھ ہیں جبکہ دارقطنی میں ''أَذِن لها'' ابتدا میں ہیں۔ اور یہ اِذن جس طرح اذان واقامت کے لئے ہے، عورتوں کو نماز پڑھانے کیلئے بھی ہے، اس کو علیحدہ جملہ قرار دینا محدثین کے اُصول سے بے خبری ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظِ خاطر ہو کہ حافظ ابن حجرؒ نے اِتحاف المهرة (ج۱۸ ص۳۲۳) میں اوّلاً سنن دارقطنی سے یہی روایت نقل کی، اس کے بعد مزید اس کے طرق واطراف کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے ابن الجارود، ابن خزیمہ، حاکم اور مسند امام احمد کا حوالہ دیا اور ان کی اسانید بیان کیں۔ حالانکہ سنن دارقطنی کے علاوہ باقی مراجع میں ''أن تؤم أهل دارها'' کے الفاظ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کا یہ اُسلوب بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ ایک حدیث ہے اور ''أهل دارها'' کا وہی مفہوم ہے جو دارقطنی میں ''تؤم نسائها'' کے الفاظ کا ہے۔ اس لیے سنن دارقطنی کی روایت کا انکار بہر نوع غلط اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔

ہوس ناکی کی انتہا

دارقطنی کی روایت سے جان چھڑانے کے لئے جو بھدا طریقہ اختیار کیا گیا، اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ خورشید صاحب لکھتے ہیں:

> ''حدیث میں 'أهل دارها' ہے 'أهل بيتها' نہیں۔ ''أهل الدار کے معنی قبیلے والے، محلے والے، خاندان والے ہیں۔ بلکہ شہر، علاقے اور سارے جہاں کے لئے بولا جاتا ہے۔''
> (ماہنامہ اشراق: ص۳۷)

بلا شبہ 'دار' کا لفظ بڑا جامع ہے مگر اصلاً یہ لفظ اسی جگہ پر بولا جاتا ہے جو اردگرد سے گھری

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہو۔ چار دیواری سے یا دو پہاڑوں سے یا کسی اور چیز سے۔ قبیلے محلے اور شہر و علاقے پر اس کا اطلاق مجازی ہے، حقیقی نہیں۔"أهل الدار" اسی معنی میں ہے جس میں ہم اہل خانہ کا لفظ بولتے ہیں۔ یعنی گھر میں جو عورتیں ہوتیں، ان کی امامت کی حضرت اُمّ ورقہ کو اجازت دی گئی۔ مگر اس لفظ کو اپنے تمام تر مفہوم میں مراد لینا محض ہوسنا کی کا نتیجہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب اس کا اطلاق شہر، علاقے بلکہ سارے جہاں پر بھی ہے تو اسے 'خاندان والوں' کے لئے خاص قرار دینا کس دلیل پر مبنی ہے؟ جیسا کہ خورشید صاحب نے اس کا یہی ترجمہ کیا ہے۔

یہ اجازت شہر بلکہ پورے علاقے کے مرد اور عورتوں کی امامت کے لئے کیوں نہیں؟ جب ان اطلاقات کی بجائے اس کے معنی 'خاندان والوں' کیا جاتا ہے جو بہرحال مجازی معنی ہے تو حدیث میں اس کی جو تعیین نساء ھا سے ہے، اس حقیقی معنی اور مفہوم سے انکار کیوں ہے؟ اور یہ تو مسلم اُصول ہے کہ الحديث يفسر بعضه بعضًا کہ ایک حدیث دوسری کی تفسیر کرتی ہے، بلکہ امام ابن خزیمہؒ نے "تؤم أهل دارها" کے الفاظ سے جو روایت ذکر کی ہے، اس پر باب ہی یہ قائم کیا ہے: "باب إمامة المرأة النساء في الفريضة" (ج۳/ص۸۹)

"یہ باب ہے عورت کی عورتوں کے لئے امامت کا، فرض نمازوں میں۔"

امام حاکمؒ نے بھی اس حدیث پر یہی باب قائم کیا ہے:

"امامة المرأة النساء في الفرائض" (مستدرک حاکم: ج۱/ص۲۰۳)

امام محمد بن نصر مروزی نے بھی اس سے عورت کی عورتوں کے لئے امامت پر ہی استدلال کیا ہے، ان کے الفاظ ہیں: باب المرأة تؤم النساء في قيام رمضان وغيره (قیام اللیل ص۱۶۲) بلکہ امام ابونعیمؒ نے تو حضرت امّ ورقہؓ کے ترجمہ میں فرمایا ہے کہ "كانت تؤم المؤمنات المهاجرات" وہ مہاجر صحابیات کی امامت کراتی تھی۔ (الحلية: ج۲/ص۶۳) جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرات محدثین نے بھی 'اہل دار' کی امامت سے صحابیات کی امامت ہی مراد لی ہے، صحابہ کرام کی نہیں اور یہی فقہاء و محدثین کی رائے ہے۔ اس کے برعکس جن حضرات نے اس میں مردوں کی امامت بھی مراد لی ہے، ان کے پیش نظر سنن دارقطنی کی روایت نہیں۔ اور مردوں کی شمولیت بھی محض ظن و تخمین کی بنیاد پر

www.KitaboSunnat.com

ہے، جیسا کہ خطباتِ بہاولپور میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ

''ظاہر ہے، غلام ان کی امامت میں نماز پڑھتے ہوں گے۔'' (صفحہ:۴۲۰)

جب کہ کسی واضح دلیل سے ثابت نہیں کہ مرد بھی اُمّ ورقہؓ کی امامت میں نماز پڑھتے تھے۔ پھر یہ بات بھی دیکھئے کہ حضرت اُمّ ورقہ ہی نہیں، ان سے درجہ و مرتبہ میں کہیں بڑھ کر اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ بھی نماز پڑھاتی تھیں۔ مگر کن کو؟ صحابیات کو، صحابہ کو نہیں جیسا کہ مصنف عبدالرزاق (ج ۳/ص ۱۴۱)، مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ /ص ۸۹)، التلخیص (ج ۲/ص ۴۲) وغیرہ میں ہے اور وہ عورتوں کو نماز پڑھاتے ہوئے صف کے درمیان میں کھڑی ہوتیں، صف سے آگے مرد امام کی طرح نہیں۔ حضرت عائشہؓ کا غلام بھی تھا مگر وہ غلام کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں۔ غلام ان کے پیچھے نہیں پڑھتا تھا۔ دوسرے صحابہؓ بھی ان کے غلام کے پیچھے نماز پڑھتے۔ لیکن حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ سے نہ کسی صحابی نے امامت کرانے کا مطالبہ کیا، نہ ہی ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ کے پیچھے بھی کسی مرد نے نماز نہیں پڑھی صرف عورتیں پڑھتی تھیں۔ اگر ان کے پیچھے صحابہ کرامؓ نماز پڑھتے ہوتے تو ان کی بجائے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے پیچھے صحابہ کرامؓ کا نماز نہ پڑھنا چہ معنی دارد؟ بالخصوص جبکہ یہ دونوں حضرت اُمّ ورقہ سے بہرنوع افضل تھیں اور قراء صحابہ وصحابیات میں شمار ہوتیں۔ (الاتقان: ج ۱/ص ۷۲) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی جلیل القدر صحابیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں متفق تھے۔

امام مزنیؒ وغیرہ کے مسلک کی وضاحت

یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلافِ اقوال ذکر کرتے ہوئے بس امام مزنیؒ، امام ابوثورؒ اور امام ابن جریر طبریؒ کا نام لیا جاتا ہے، کسی صحابی بلکہ تابعی کا نہیں کہ ان میں بھی فلاں اور فلاں مردوں کے لئے عورت کی امامت کو جائز قرار دیتے تھے، بلکہ ابن ابی شیبہؒ میں تو حضرت علیؓ اور امام نافعؒ سے منقول ہے کہ وہ عورت کو عورتوں کا امام بنانے سے منع بھی کرتے تھے۔ (ج ۲/ ص ۸۹) اس لئے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام میں یہ مسئلہ تقریباً متفق علیہ ہے کہ عورت مرد کی

www.KitaboSunnat.com

امامت نہیں کراسکتی......!!

امام مزنیؒ اور امام ابوثورؒ کے بارے میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جواز کے قائل تھے تو یہ دعویٰ بھی علی الاطلاق درست نہیں۔ امام مزنیؒ نے مُختصر المُزني نے "باب إمامة المرأة" میں صرف وہی اقوال بیان کئے ہیں جن سے عورت کی عورتوں کے لئے امامت کا جواز نکلتا ہے۔ چنانچہ اس باب میں امام شافعیؒ کی موافقت میں حضرت عائشہؓ، حضرت اُمّ سلمہ کے آثار نقل کئے ہیں کہ وہ عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں اور صف کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں۔ اس باب میں مردوں کے لئے عورت کی امامت کا قطعاً ذکر نہیں۔ البتہ اس سے پہلے باب اختلاف نية الإمام والمأموم وغير ذلك میں فرماتے ہیں:

"القياس أن كل مُصلّ خلف جُنُب وامرأة ومجنون وكافر يجزئه صلاته إذا لم يعلم بحالهم لأن كل مُصلّ لنفسه لا تفسد عليه صلاته بفسادها على غيره قياسًا على أصل قول الشافعي ...... الخ"

''قیاس یہ ہے کہ جو کوئی جنبی اور عورت اور مجنون اور کافر کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو اسے یہی نماز کافی ہے جب وہ اس کے حال سے بے خبر ہے، کیونکہ ہر نمازی اپنی نماز پڑھتا ہے اس کی نماز اس کے غیر (امام) کی نماز فاسد ہونے کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتی، امام شافعیؒ کے اصل قول پر قیاس کی بنا پر۔'' (مختصر المزني على هامش الأم: ج۱ ص۱۱۵)

علامہ ابن قدامہؒ نے بھی اس مسئلہ کے تحت کہ ''اگر مشرک یا عورت یا مخنث مشکل پیچھے نماز پڑھی جائے تو نماز دوبارہ پڑھی جائے۔'' فرمایا ہے کہ امام شافعیؒ اور اہل الرائے اس صورت میں دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔

"وقال أبو ثور والمزني: لا إعادة على من صلّى خلفه وهو لا يعلم لأنه ائتم بمن لا يعلم حاله فأشبه ما لو ائتم بمُحدِث" (المغنی: ج۱ ص۳۳)

''اور امام ابوثورؒ و مزنیؒ نے فرمایا ہے کہ جس نے اس کے پیچھے بے خبری میں نماز پڑھی، اس پر اعادہ نہیں کیونکہ اس نے اس کی اقتدا کی ہے جس کی حالت کا اسے علم نہیں۔ تو وہ گویا اس کے مشابہ ہے جو بے وضو امام کی اقتدا کرتا ہے۔''

یہی بات علامہ ابن منذرؒ نے الأوسط ج۴ ص۱۶۱،۱۶۲ میں بیان کی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ امام مزنیؒ اور امام ابوثورؒ نے مطلقاً عورت کی اقتدا میں مردوں کی نماز کو جائز قرار نہیں دیا، بلکہ ایک خاص جزوی مسئلہ میں، اور وہ بھی تب جب ”لم یعلم بحالھم“ اسے ان کی حالت کا علم نہیں کہ نماز پڑھانے والا کافر ومشرک ہے، یا عورت یا مخنثہے۔

کیا ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ امام مزنیؒ یا امام ابوثورؒ نے کافر کے پیچھے نماز جائز قرار دی ہے؟ اور کافر کو بھی امام بنایا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو اس سے عورت کی امامت کا جواز کہاں سے نکل آیا؟ وہ ارادۃً اور قصداً عورت کو امام بنا کر اس کے پیچھے مردوں کی نماز قطعاً جائز قرار نہیں دیتے۔ بلکہ بے خبری میں ایسا ہوجائے تو اعادہ کا حکم نہیں فرماتے۔ مگر غور فرمایا آپ نے کہ ان کے اس موقف کو کیا سے کیا بنا کر پیش کیا گیا اور اس پر بغلیں بجائیں گئی، ان کی تعریف کے ترانے گائے گئے۔ اب یہ کون سا انصاف ہے کہ ان کے اس موقف پر عورت کو امام بنانا تو جائز قرار پائے اور کافر کو امام بنانا ناجائز رہے؟ شاید مستقبل میں یہ غامدی حضرات اپنے وسیع تر مفاد اور اتفاق بین المذاہب کے جذبہ میں یہ فتویٰ بھی صادر فرما دیں کہ کافر کے پیچھے نماز جائز اور اسے امام بنانا درست ہے!!

اسی طرح امام ابوثور کا موقف بھی امام مزنی کے اسی قیاس کے تناظر میں ہے۔ علیٰ الاطلاق ان کی طرف جواز کا انتساب بہرحال درست نہیں۔ کیونکہ علامہ ابن حزمؒ نے بھی المحلی (ج۴/ص۲۲۰) میں ابوثور کا قول عورتوں کی امامت کے بارے میں ہی نقل کیا ہے کہ وہ ان کے درمیان صف میں کھڑی ہوکر نماز پڑھائے، رہا امام ابن جریرؒ کا قول تو بلا شبہ علامہ ابن رشد، علامہ نوویؒ وغیرہ نے یہ ذکر کیا ہے مگر بالا سناد ان سے یا ان کی کسی کتاب میں یہ قول نظر نہیں آیا کہ اُنہوں نے یہ کس تناظر میں فرمایا۔ عین ممکن ہے کہ امام مزنیؒ کی طرح ان کی طرف یہ انتساب بھی کسی جزئی مسئلہ کی بنا پر ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم بھی کیا جائے تو یہ شاذ ہے اور مفصل حدیث کا مخالف ہے۔ صحابہ اور تابعین کے طریقے کے بھی خلاف ہے۔ علامہ ابن رشدؒ نے بھی اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ

”إنما اتفق الجمهور على منعها أن تؤم الرجال لأنه لو كان جائزًا لنقل

www.KitaboSunnat.com

ذلك عن الصدر الاول" (بداية المُجتهد : ج۱/ص۱۰۵)

"جمہور علما کا اتفاق کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی، اس لئے ہے کہ اگر ایسا جائز ہوتا تو صدر اوّل میں اس کی کوئی روایت ہوتی۔"

صدیقہ کائنات حضرت عائشہؓ اور امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ قراء صحابہ وصحابیات میں شمار ہونے کے باوصف مردوں کو نہیں، صحابیات اور دیگر مستورات کو ہی نماز پڑھاتی تھیں۔ بالکل یہی نوعیت تابعین کرامؒ کے طرزِ عمل اور فتویٰ سے معلوم ہوتی ہے۔ بلا دلیل و برہان خیر القرون کے طرزِ عمل سے ہٹ کر ایک نئی راہ اختیار کرنا بہر نوع محمود نہیں، مذموم ہے۔

رہا آخر میں ان کا یہ فرمان

"مرد کو صرف مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر قطعی کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ یہ سوچ حکمت قرآنی سے متصادم ہے۔" (اشراق:ص۴۵)

تو عمل صالحہ کے اعتبار سے بلا شبہ عورت اور مرد میں کوئی تفاوت نہیں، لیکن اس بنیاد پر کیا مرد وعورت کے تمام حقوق و فرائض بھی برابر ہیں؟ اور کیا 'اشراق' بھی طلوعِ اسلام کی طرح مرد وزَن کے فرق کا کسی اعتبار سے قائل نہیں رہا؟ کیا وہ اپنے مرشد اور محبوب مفسر مولانا اصلاحی کی 'پاکستانی عورت دوراہے پر' میں نگارشات کو بھی حکمتِ قرآنی کے متصادم سمجھنے لگے ہیں؟ جماعتِ اسلامی سے ان کے اختلاف کے وجوہ و اسباب میں عورت کے بارے میں ان کا موقف کیا حکمتِ قرآنی سے متصادم ہے؟ ہم اور کچھ نہیں کہنا چاہتے بس اتنا عرض ہے کہ اگر یہاں مرد و زن کا فرق حکمتِ قرآنی سے متصادم نہیں ہے تو عورت کے پیچھے مردوں کی نماز ناجائز ہونا بھی حکمتِ قرآنی کے قطعاً متصادم نہیں!!

اشاعتِ خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ

ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور نے بانی الاعتصام مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی کی یاد میں ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے جس میں مشاہیر اہل علم ودانش کی نگارشات شامل ہیں۔

۱۲۳۰/صفحات ◉ عمدہ ولایتی کاغذ ◉ قیمت ۳۰۰ روپے ◉ احباب جلد اپنی کاپی منگوالیں

ادارہ 'الاعتصام': ۳۱/شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰ فون ۷۳۵۴۴۰۶

تحقیق حدیث

مولانا حافظ زبیر علی زئی
مدیر مجلّہ 'الحدیث' حضرو

نماز میں عورت کی امامت؟

اس مسئلے میں علما کرام کا اختلاف ہے کہ کیا عورت نماز میں عورتوں کی امام بن سکتی ہے یا نہیں؟ ایک گروہ اس کے جواز کا قائل ہے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ

وكان رسول الله ﷺ يزورها في بيتها وجعل لها مؤذنا يؤذن لها وأمرها أن تؤم أهل دارها (سنن ابو داود، کتاب الصلوٰۃ، باب إمامة النساء ح ۵۹۲ وعنه البيهقي في الخلافيات قلمی ص۴ب)

''رسول اللہ ﷺ اُن (امّ ورقہؓ) کی ملاقات کے لئے اُن کے گھر جاتے، آپؐ نے اُن کے لئے اذان دینے کے لئے ایک مؤذن مقرر کیا تھا اور آپ ﷺ نے انہیں (اُمّ ورقہؓ) کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھر (یا قبیلے، محلے) والیوں کو (فرض) نماز پڑھائیں۔''

◉ اس حدیث کا بنیادی راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع 'صدوق، حسن الحدیث' ہے (تحریر تقریب التہذیب:۷۴۳۲) یہ صحیح مسلم وغیرہ کا راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے لہٰذا اس پر جرح مردود ہے۔

◉ ولید کا اُستاد عبدالرحمٰن بن خلاد ابن حبانؒ، ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ کے نزدیک ثقہ وصحیح الحدیث ہے، لہٰذا اس پر حالہ مجھول والی جرح مردود ہے۔

◉ لیلیٰ بنت مالک (ولید بن جمیع کی والدہ) کی توثیق ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے اس کی حدیث کی تصحیح کرکے کردی ہے لہٰذا اس کی حدیث بھی حسن کے درجہ سے نہیں گرتی۔ نیز ابن خزیمہ (۱۶۷۶) اور ابن الجارود (المُنتقیٰ:۳۳۳) نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث کا مفہوم

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ اس کے لئے دو اہم باتیں مدنظر رکھیں:

www.KitaboSunnat.com

اوّل: ایک حدیث کی شرح دیگر احادیث سے ہوتی ہے، اس کے لئے حدیث کی تمام سندوں اور متون کو جمع کرکے مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

دوم: سلف صالحین (محدثین کرام، راویانِ حدیث) نے حدیث کی جو تفسیر اور مفہوم بیان کیا ہوتا ہے، اسے ہمیشہ مدنظر رکھا جاتا ہے، بشرطیکہ سلف کے مابین اس مفہوم پر اختلاف نہ ہو۔

اُمّ ورقہؓ والی حدیث پر امام ابن خزیمہؒ (متوفی ۳۱۱ھ) نے درج ذیل باب باندھا ہے:

"باب إمامة المرأة النساء في الفريضة" (صحیح ابن خزیمہ ۳/۸۹ ح ۱۶۷۶)

امام ابوبکر بن منذر نیسا بوریؒ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

"ذكر إمامة المرأة النساء في الصلوات المكتوبة"

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف: ۴/۲۲۶)

ان دونوں محدثین کرام کی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں أهل دارها سے مراد عورتیں ہیں، مرد نہیں۔ محدثین کرام میں اس تبویب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

☜ امام ابوالحسن دارقطنیؒ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا أحمد بن العباس البغوي: ثنا عمر بن شبه: (ثنا) أبو أحمد الزبيري: نا الوليد بن جميع عن أمه عن أم ورقة أن رسول الله ﷺ أذن لها أن يؤذن لها و يقام وتؤم نساء ها (سنن الدارقطني: ۱/۲۷۹ ح ۱۰۷۱ وسنده حسن، وعنه ابن الجوزي في التحقيق مع التنقيح: ۱/۲۵۳ ح ۴۲۴ وضعفه، دوسرا نسخہ: ۱/۳۱۳ ح ۳۸۷، اتحاف المهرة لابن حجر: ۱۸/۳۲۳)

"بے شک رسول اللہ ﷺ نے اُمّ ورقہؓ کو اس کی اجازت دی تھی کہ اُن کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنے (گھر، محلے کی) عورتوں کی (نماز میں) امامت کرائیں۔"

◉ اس روایت کی سند حسن ہے اور اس پر ابن جوزیؒ کی جرح غلط ہے۔ ابو احمد محمد بن عبداللہ بن الزبیر زبیری صحاحِ ستہ کا راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے، لہٰذا صحیح الحدیث ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ثقة، ابوزرعہ رازیؒ نے کہا: صدوق، ابوحاتم رازی نے کہا:

حافظ للحديث عابد مجتهد له أوهام (الجرح والتعدیل: ۷/۲۹۷)

◉ عمر بن شبہ: صدوق له تصانيف (تقریب التہذیب: ۴۹۱۸) بلکہ ثقہ ہے (تحریر

www.KitaboSunnat.com

تقریب التہذیب:۳/۷۵)، حافظ ذہبی نے کہا: ثقہ ہے(الکاشف:۲/۲۷)

◉ احمد بن العباس بغوی: ثقہ ہے۔(تاریخ بغداد:۴/۳۲۹ ت ۲۱۴۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔اس صحیح روایت نے اس بات کا قطعی فیصلہ کردیا کہ "أهل دارها" سے مراد امّ ورقہؓ کے گھر اور محلے قبیلے کی عورتیں ہیں، مرد مراد نہیں ہیں۔

کیا یہ الفاظ امام دارقطنی کے ہیں؟

یہاں یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اشراق کے مقالہ نگار پروفیسر خورشید عالم لکھتے ہیں:

"یہ دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں، حدیث کے الفاظ نہیں، یہ ان کی اپنی رائے ہے۔سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ اضافہ نہیں، اس لئے اس اضافے کو بطورِ دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔" (اشراق: مئی ۲۰۰۵ء ص ۳۸،۳۹)

حالانکہ آپ نے ابھی پڑھ لیا ہے کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، دارقطنی کے اپنے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راویوں کی بیان کردہ روایت کے الفاظ ہیں۔اُنہیں امام دارقطنیؒ کی 'اپنی رائے' کہنا غلط ہے۔جن لوگوں کو روایت اور رائے میں فرق معلوم نہیں ہے وہ کس لئے مضامین لکھ کر اُمت ِمسلمہ میں اختلاف و انتشار پھیلانا چاہتے ہیں؟

رہا یہ مسئلہ کہ یہ الفاظ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں نہیں ہیں تو عرض ہے کہ امام دارقطنی ثقہ و قابل اعتماد امام ہیں۔شیخ الاسلام ابوطیب طاہر بن عبداللہ طبری (متوفی ۴۵۰ھ) نے کہا: كان الدارقطني أمير المؤمنين في الحديث

(تاریخ بغداد:۱۲/۳۶ ت ۶۴۰۴)

خطیب بغدادیؒ (متوفی ۴۶۳ھ) نے کہا:

وكان فريد عصره و قريع دهره و نسيج وحده و إمام وقته، انتهى إليه علم الأثر والمعرفة بعلل الحديث وأسماء الرجال وأحوال الرواة مع الصدق والأمانة والفقه والعدالة [وفي تاريخ دمشق عن الخطيب قال: والثقة والعدالة:٤٦/ ٦٧] وقبول الشهادة وصحة الاعتقاد وسلامة

www.KitaboSunnat.com

المذھب (تاریخ بغداد: ۱۲/۳۴ ت ۶۴۰۴)

''وہ نابغہ روزگار اور اپنے وقت کا امام تھا۔علم حدیث اور علل حدیث،اسماء الرجال اور راویوں کے حالات کی پہچان اس پر ختم تھی اور اسکے ساتھ ساتھ وہ صدق وامانت،فقہ،ثقاہت وعدالت میں بھی باکمال تھا۔نیز وہ صحیح العقیدہ اور صحیح المذہب اور گواہی میں معتبر آدمی تھا۔''

حافظ ذہبیؒ نے فرمایا:الإمام الحافظ المجود، شیخ الاسلام علم الجھابذة (سیر أعلام النبلاء: ۱۶/۴۴۹)

اس جلیل القدر امام پر متاخر حنفی فقیہ محمود بن احمد عینی (متوفی ۸۵۵ھ) کی جرح مردود ہے، حتی کہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی اس عینی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

ولولم یکن فیه رائحة التعصب المذھبي لکان أجود وأجود (الفوائد البھیة: ص ۲۰۸)

''اگر اس میں مذہبی (یعنی حنفی) تعصب کی بو نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا۔''

نوٹ: امام دارقطنیؒ تدلیس کے الزام سے بھی بری ہیں، دیکھئے:میری کتاب الفتح المبین في تحقیق طبقات المدلسین (۱/۱۹)

جب حدیث نے بذاتِ خود حدیث کا مفہوم متعین کردیا ہے اور محدثین کرام بھی اس حدیث سے عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی سمجھ رہے ہیں تو پھر لغت اور الفاظ کے ہیرپھیر کی مدد سے عورتوں کو مردوں کا امام بنا دینا کس عدالت کا انصاف ہے؟

ابن قدامہ لکھتے ہیں:وھذا زیادة یجب قبولها اور اس (نساء ھا) کے اضافہ کو قبول کرنا واجب ہے۔ (المغنی: ۲/۱۶م ۱۱۴۰)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ آثارِ سلف صالحین سے صرف عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی ثابت ہوتا ہے۔عورت کا مردوں کی امامت کرانا یہ کسی اثر سے ثابت نہیں ہے۔

چنانچہ ریطه الحنفیة (قال العجلي: کوفیة تابعیة ثقة) سے روایت ہے کہ

أمتنا عائشة فقامت بینهن في الصلوٰة المکتوبة(سنن الدارقطني: ۱/۴۰۴ح ۱۴۹۲ وسنده حسن، وقال النیموي في آثار السنن: ۵۱۴ وإسناده صحیح وانظر:کتابي أنوار السنن في تحقیق آثار السنن ق ۱۰۳)

''ہمیں عائشہؓ نے فرض نماز پڑھائی تو آپ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔''

مشہور تابعی امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ

تؤم المرأة النساء في صلوٰة رمضان تقوم معهن في صفهن (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹/۲ ح ۴۹۵۵ وسنده صحیح، عنعنة هيثم عن حصين محمولة على السماع، انظر شرح علل الترمذي لابن رجب: ۵۶۲/۲ والفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين لراقم الحروف: ۱۱۱/۳)

''عورت عورتوں کو رمضان کی نماز پڑھائے تو وہ ان کے ساتھ صف میں کھڑی ہو جائے۔''

ابن جریجؒ نے کہا: تؤم المرأة النساء من غير أن تخرج أمامهن ولكن تحاذي بهن في المكتوبة والتطوع'' (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰/۳ ح ۵۰۸۰ وسندہ صحیح)

''عورت جب عورتوں کی امامت کرائے گی تو وہ آگے کھڑی نہیں ہوگی بلکہ ان کے برابر (صف میں ہی) کھڑی ہو کر فرض ونفل پڑھائے گی۔''

معمر بن راشد نے کہا: تؤم المرأة النساء في رمضان وتقوم معهن في الصف (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰/۳ ح ۵۰۸۵ وسندہ صحیح)

''عورت عورتوں کو رمضان میں نماز پڑھائے اور وہ اُن کے ساتھ صف میں کھڑی ہو۔''

معلوم ہوا کہ اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے کہ عورت جب عورتوں کو نماز پڑھائے گی تو صف سے آگے نہیں بلکہ صف میں ہی ان کے ساتھ برابر کھڑی ہو کر نماز پڑھائے گی۔ مجھے ایسا ایک حوالہ بھی باسند صحیح نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ سلف صالحین کے سنہری دور میں کسی عورت نے مردوں کو نماز پڑھائی ہو یا کوئی مستند عالم اس کے جواز کا قائل ہو۔

ابن رشد (م ۵۱۵ھ) وغیرہ بعض متاخرین نے بغیر کسی سند وثبوت کے یہ لکھا ہے کہ ابوثور (ابراہیم بن خالد، متوفی ۲۴۰ھ) اور (محمد بن جریر) طبری، متوفی ۳۱۰ھ اس بات کے قائل ہیں کہ عورت مردوں کو نماز پڑھا سکتی ہے۔ (دیکھئے بداية المجتهد: ج۱/ ص۱۴۵، المغنی فی فقہ الامام احمد: ۱۵/۲ مسئلہ: ۱۱۴۰) چونکہ یہ حوالے بے سند ہیں، لہٰذا غیر معتبر ہیں۔

نتیجہ تحقیق: عورت کا نماز میں عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے مگر وہ مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔ وما علينا الا البلاغ

www.KitaboSunnat.com

حدیث وسنت

تحریر: شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
عربی سے ترجمہ: محمد اسلم صدیق

عورت کی امامت احادیث کی روشنی میں

زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ کیا عورت کا مردوں اور عورتوں کو اکٹھے امامت کروانا درست ہے؟ کیا عورت صرف عورتوں کو امامت کرواسکتی ہے یا مردوں کو بھی اس کا امامت کروانا ثابت ہے؟

الجواب بعون الوھاب: عورت کا مردوں اور عورتوں کو اکٹھے امامت کروانا ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اکیلے مردوں کو امامت کروانا ثابت ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ کیا عورت صرف عورتوں کی امامت کرواسکتی ہے؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دیگر صحابیاتؓ سے اس کا جواز ثابت ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عورتوں کی صف کی درمیان میں کھڑی ہوکر ہی امامت کروائے۔ عورت کی امامت کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

ذیل میں ہم ان دلائل کا تذکرہ کریں گے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی اور وہ صرف عورتوں کو ان کے درمیان میں کھڑے ہوکر امامت کرواسکتی ہے۔

① حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خير صفوف الرجال أولها وشرها آخرها وخير صفوف النساء آخرها وشرها أولها» (صحیح مسلم: ۱۵۹/۴)

''مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بری صف آخری ہے، جبکہ عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بری صف پہلی ہے۔'' یعنی مردوں کے قریب ترین

قابل استدلال پہلو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی پہلی صف کو بدترین قرار دیا ہے تو جب وہ مردوں سے آگے بڑھ کر ان کی امامت کروائے گی تو ظاہر ہے کہ شر اور قباحت مزید بڑھ جائے گی۔ اس پر یہ اعتراض قطعاً درست نہیں ہے کہ یہ واقعہ صرف دورِ رسالتؐ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ شریعت ِمحمدیہؐ عالمگیر اور دائمی ہے، اس کی تخصیص دورِ رسالت سے

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

② حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ

ان کی دادی مُلیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا جو اس نے آپ ﷺ کے لئے تیار کیا تھا۔ (آپؐ تشریف لائے) کھانا تناول کیا اور اس کے بعد فرمایا: «قوموا فأصلي بكم» ''اُٹھو، میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔'' حضرت انسؓ کا بیان ہے میں نے ایک چٹائی پکڑی جو پرانی ہونے کی وجہ سے سیاہ ہوچکی تھی۔ میں نے اسے پانی سے صاف کیا۔ نبی کریمؐ اس پر کھڑے ہوگئے۔ میں نے اور ایک یتیم بچے نے آپؐ کے پیچھے صف بنائی اور بوڑھی (دادی) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔ اس کے بعد رسولؐ نے دو رکعات پڑھائیں اور سلام پھیر دیا۔''

(صحیح بخاری: ۸۶۰، صحیح مسلم: ۱۶۲/۵)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے امامت کا صحیح طریقہ عملی شکل میں پیش کردیا ہے کہ عورتیں نماز میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں گی۔ اس کے برعکس اگر عورت مردوں کی امام بن جائے اور مرد اس کے پیچھے کھڑے ہوں تو ایسی نماز کو فقہا نے فاسد قرار دیا ہے۔ لہٰذا عورت کا مردوں کو امامت کروانا درست نہیں ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار: ۵۷/۱، بدائع الصنائع: ۶۱۸/۲)

③ حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لن يفلح قوم ولّوا أمرهم امرأة» (صحیح بخاری: ۷۰۹۹)

''وہ قوم کامیابی وفلاح کا منہ نہیں دیکھ سکتی جس نے عورت کو اپنے اُمور کا سربراہ بنالیا۔''

وجہِ استدلال یہ ہے کہ جب دیگر معاملات میں عورت کی سربراہی اور امامت کسی قوم کی ذلت اور ناکامی کا پیش خیمہ ہے تو نماز سے کوئی امر بڑھ کر نہیں ہوسکتا، اس میں عورت کو امام بنانا کیا ہماری تباہی کا پیش خیمہ نہیں بنے گا؟ عورت کو امام بنانا گویا اس بات کا واضح ثبوت فراہم کرنا ہے کہ اُمتِ محمدیہ اب اس حد تک گرچکی ہے کہ مرد جن کو اللہ نے قوامیت وامامت کا منصب سونپا تھا، ان میں اب کوئی بھی امامت کا اہل نہیں رہا۔ (السیل الجرار ۲۵۰/۱)

④ ابوسعید خدریؓ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو

www.KitaboSunnat.com

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے عقل ودین میں ناقص ان عورتوں سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں دیکھا جو دانا آدمی کی مت ماردیتی ہوں۔'' عورتوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے دین اور عقل میں کیا خرابی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کے مقابلے میں تمہاری گواہی کا آدھا ہونا تمہارے نقص عقل کی دلیل ہے اور حالتِ ماہواری میں تمہارا نماز اور روزہ سے دستکش ہوجانا تمہارے نقص دین کی دلیل ہے۔'' (صحیح بخاری:۲۰۰۴،مسلم:۱/۸۶)

جب عورت عام معاملات میں بھی مرد کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کرسکتی تو امامتِ نماز جو نہایت اعلیٰ اور ارفع منصب ہے، مرد کی جگہ میں عورت کو اس منصب پر فائز کرنا اور ناقص کو کامل کا امام بنانا بھلا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ (دیکھئے:مغنی المحتاج:۱/۲۴۰)

④ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ ''مرد عورتوں پر قوام ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ولایت اور امامت کا منصب اللہ نے مردوں کو سونپا ہے، عورتوں پر اس کا بار نہیں ڈالا تو نماز کی امامت بھی اسی امامتِ کبریٰ کی ایک قسم ہے، لہٰذا عورت مرد کی امام نہیں بن سکتی جو کہ اس کا قوام ونگہبان ہے۔

قرونِ ثلاثہ میں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بہترین ادوار قرار دیا ہے، کہیں بھی یہ ذکر موجود نہیں کہ عورتوں نے کبھی مردوں کی امامت کروائی ہو، اگر کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو تاریخ کبھی اسے نظر انداز نہ کرتی۔ لہٰذا تاریخ میں کسی ایسے واقعہ کا نقل نہ ہونا اس حقیقت کی واضح دلیل ہے کہ شریعت نے عورت کو مردوں کی امامت سے گراں بار نہیں کیا۔

(کتاب الام از شافعی:۱/۱۶۴، بدایۃ المجتهد : ۱/۱۵۶)

امامت اگر منصبِ عظیم ہے تو اس کی ذمہ داری اور تقاضے بھی اسی قدر بڑے ہیں تو پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس ذمہ داری سے اللہ نے عورت کو معاف رکھا ہے، اس پر خواہ مخواہ اس عظیم ذمہ داری کا بار ڈال دیا جائے؟ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو باجماعت نماز کا سرے سے پابند ہی نہیں کیا، نہ ہی مردوں کی طرح اُن کا مسجد میں جاکر نماز پڑھنا فرض ہے۔

www.KitaboSunnat.com

حدیث اُمّ ورقہ کی اسانید اور ان پر حکم

یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اُمّ ورقہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر میں مؤذن مقرر کرنے کی استدعا کی تھی جوان کے گھر میں اذان دیتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اُم ورقہؓ کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کروائے۔اس حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن خلاد کہتے ہیں کہ میں نے اُم ورقہ کے مؤذن کو دیکھا ، وہ انتہائی ضعیف العمر آدمی تھا۔تو لفظ اہل الدار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے مرد وزَن اور غلام سب کو امامت کرواتی تھی لہٰذا عورت کی امامت جس طرح عورتوں کے لئے جائز ہے، مردوں کے لئے بھی جائز ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام ابوثور، مزنی، طبری کا بھی یہی موقف ہے۔(المغنی:۱۹۹/۲)

جواب : یہ اعتراض دراصل اس مذکورہ روایت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔لہٰذا چند اُمور کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے :

① سب سے پہلے اس حدیث کے تمام طرق کو ذکر کرتے ہوئے ان کے رواۃ کے احوال کو واضح کیا جائے گا کہ سند کے لحاظ سے یہ حدیث کس پایہ کی ہے۔

② یہ واضح کیا جائے گا کہ اسلافِ اُمت نے اس حدیث سے کیا سمجھا ہے، قطع نظر اس کے کہ لغت میں لفظ 'دار' کس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

③ آخر میں یہ واضح کیا جائے گا کہ مذکورہ ائمہ کی طرف عورت کی امامت کے جواز کی نسبت میں کس حد تک صداقت ہے اور اس نسبت کی حقیقت کیا ہے؟

اُمید ہے ان امور کی وضاحت سے اصل حقیقت مبرہن ہوجائے گی۔

جہاں تک اس حدیث کے مختلف طرق کا تعلق ہے تو واضح ہو کہ اس حدیث کو امام ابوداود نے کتاب الصلوٰۃ (رقم:۵۷۷)، امام حاکمؒ نے مستدرک (۲۰۳/۱)،امام احمدؒ نے اپنی مسند(۴۰۵/۶)، امام دارقطنیؒ نے اپنی سنن (۴۰۳/۱) امام بیہقیؒ نے السنن الکبریٰ (۱۳۰/۳) اور ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح (۸۹/۳) میں روایت کیا ہے۔

اب ان طرق کی اسانید ملاحظہ ہوں:

www.KitaboSunnat.com

❁ امام ابوداود باب إمامة النساء کے تحت بیان کرتے ہیں:

حدثنا عثمان بن أبي شيبة، حدثنا وكيع بن الجراح حدثنا الوليد بن عبد الله بن جميع حدثتني جدتي وعبدالرحمن بن خلاد الأنصاري عن أم ورقة بنت نوفل

❁ امام حاکمؒ مستدرک میں فرماتے ہیں:

أخبرنا أبوعبدالله محمد بن عبدالصفار حدثنا أحمد بن يونس الضبي حدثنا عبدالله بن داوٗد الخريبي، حدثنا الوليد بن جميع عن ليلیٰ بنت مالك وعبدالرحمٰن بن خالد الأنصاري عن اُم ورقة الأنصارية: أن رسول الله ﷺ ......

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام حاکمؒ نے لکھا ہے کہ

وهذه سنة غريبة لا أعرف في الباب حديثًا مسندًا غير هذا وقد روينا عن عائشة أنها كانت تؤذن و تقيم وتؤم النساء

''یہ غیر مانوس سنت ہے، میں اس باب میں اس کے علاوہ کسی مسند حدیث کو نہیں جانتا۔ اور حضرت عائشہؓ کے بارے میں ہم نے روایت کیا ہے کہ وہ اذان اور اقامت کہتی اور عورتوں کو امامت کرواتی تھیں۔''

اس کے بعد اپنی سند سے حضرت عائشہؓ کے بارے میں روایت کیا ہے:

أنها كانت تؤم النساء وتقوم و سطهن

''وہ عورتوں کی امامت کرواتی تھیں اور ان کے درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔''

❁ امام احمدؒ مسند میں اپنی سند سے بیان کرتے ہیں:

عن الوليد بن عبدالله بن جُميع قال حدثني عبدالرحمٰن بن خلاد الأنصاري وجدتي عن اُم ورقة

امام احمدؒ نے اسے ایک دوسری جگہ پر درج ذیل طریق سے بیان کیا ہے:

قال حدثنا أبونعيم حدثنا الوليد حدثتني جدتي عن اُم ورقة

❁ امام دارقطنیؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

حدثنا أبو أحمد الزبيري حدثنا الوليد بن جميع حدثتني جدتي عن اُم ورقة

❁ امام بیہقیؒ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن الوليد بن جميع قال حدثتني جدتي وعبدالرحمٰن بن خلاد الأنصاری عن اُم ورقة بنت عبدالله

❁ ابن خزیمہؒ نے بھی اسی سند سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

ان تمام اسانید کے تناظر میں دیکھتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس حدیث کا مرکزی راوی الولید بن جمیع ہے جو اپنی دادی سے روایت کرتا ہے جس کی متابعت عبدالرحمٰن بن خلاد الانصاری نے بھی کی ہے۔ زیر نظر سطور میں ہم الولید کے حالات بیان کرتے ہیں:

■ الولید بن عبداللہ بن جمیع کے متعلق امام احمدؒ اور ابوداودؒ کہتے ہیں: لا بأس به ابن معینؒ اور امام عجلیؒ نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور امام زرعہؒ نے کہا: لا بأس به ابوحاتمؒ نے اسے صالح الحدیث کہا ہے۔ ان کے برعکس عمرو بن علی کا بیان ہے کہ

''یحییٰ بن سعید القطان ہمیں اس سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔''

علامہ ابن حجرؒ التهذيب (۱۱/۱۲۲) میں مذکورہ تمام اقوال کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ابن حبانؒ نے اسے ضعفا میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن جمیع ثقات سے بعض ایسی چیزیں بیان کرنے میں منفرد ہے جو ثقات کی بات سے موافق نہیں ہوتیں اور اس سے بکثرت یہ امر سرزد ہوا ہے، لہٰذا اس کی حدیث سے استدلال کرنا باطل ہے۔''

میرے خیال میں اسی لیے امام حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا ہے: هذهٖ سنة غريبة لا أعرف في الباب حديثا مسندًا غير هذا ''یہ اس باب میں ایک غیر مانوس سنت ہے، میں اس حدیث کے علاوہ کسی مسند حدیث کو نہیں جانتا۔''

امام عقیلیؒ نے کہا: ''اسکی حدیث میں اضطراب ہے۔'' امام بزارؒ نے اس کے متعلق کہا ہے کہ ''علما نے اس سے حدیث لی ہے، البتہ اس میں شیعیت پائی جاتی ہے۔'' امام حاکمؒ نے کہا: ''اگر امام مسلمؒ ان سے روایت نہ لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔'' ابن حجرؒ نے التقریب (رقم: ۷۴۸۲) میں اس اختلاف کا خلاصہ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: صدوق يهِمُ رُمي بالتشيع

www.KitaboSunnat.com

''یہ صدوق وہمی ہے، البتہ اس پر شیعیت کا الزام ہے۔''

یہ توثیق کا پانچواں درجہ ہے اور ابن صلاحؒ نے اس کے حکم کے بارے میں اپنی کتاب علوم الحدیث ص۱۱۰ میں ابن ابی حاتمؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

إذا قيل إنه صدوق أومحلُّه الصدق أولابأس به فهو ممن يكتب حديثه وينظر فيه

''جب کسی کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ 'صدوق' ہے یا 'صدق کے' قائم مقام' ہے یا اس کے بارے میں 'لا بأس به' کہا جائے تو ایسے راوی کی حدیث لکھی جائے گی، البتہ اس کے بارے میں تحقیق کی جائے گی۔''

جب یہاں ساتھ وہم کا اضافہ بھی ہے جو مزید کمزوری کی طرف اشارہ ہے۔ ابن صلاحؒ ان کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت: هذا كما قال، لأن العبارة لا تشعر بشريطة الضبط فينظر في حديثه ويختبر حتى يعرف ضبطه

''ابن ابی حاتمؒ کی بات بجا ہے کیونکہ ایسی عبارت راوی میں ضبط کی شرط کے وجود پر دلالت نہیں کرتی لہٰذا اس کی حدیث میں غور کیا جائے گا اور اس کا جائزہ لیا جائے گا تاوقتیکہ اس کے ضبط کا علم ہو جائے۔''

اسی مفہوم کو ڈاکٹر محمود طحان نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

أما المراتب الثلاث الأولى فيحتج بأهلها وأما المرتبتان الرابعة والخامسة فلا يحتج بأهلها ولكن يكتب حديثهم ويختبر ضبطهم بعرض حديثهم على أحاديث الثقات المتقنين فإن وافقهم احتج بحديثهم وإلا فلا وبناء على هذا فإن من قيل فيه صدوق فإنه لا يحتج بحديثه قبل الاختبار وقد وهم من قال إن من قيل فيه صدوق فحديثه حسن لأن الحديث الحسن من نوع المحتج به وعلى هذا أئمة الجرح والتعديل وحفاظ الحديث (أصول دراسة الأسانيد: ص١٤٥)

''پہلے تین مراتب کے حاملین کی حدیث قابل استدلال ہے، البتہ چوتھے اور پانچویں

www.KitaboSunnat.com

مرتبے کے راویوں کی حدیث قابل استدلال نہیں البتہ ان کی حدیث لکھی جائے گی اور اس کے بعد اسے پختہ کار ثقہ رواۃ کی احادیث پر پیش کر کے پرکھا جائے گا۔ اگر وہ ان کے ساتھ موافق ہو تو قابل استدلال وگرنہ نہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جس راوی کو محدثین نے صدوق قرار دیا ہو، اس کی حدیث تحقیق اور پرکھ کے بغیر قابل استدلال نہیں ہے، لہٰذا جس نے صدوق کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے، اسے وہم ہوا ہے کیونکہ حسن حدیث قابل حجت ہے۔ ائمہ جرح وتعدیل اور حفاظ حدیث کا یہی موقف ہے۔''

محدثین کے اس اُصول کے پیش نظر ہم یہ بات بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ جس نے بھی اس حدیث کو حسن کہا ہے، اُس نے محدثین کے اس اصول سے انحراف کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: مقدمة الجرح والتعدیل از ابن ابی حاتمؒ اور علوم الحدیث از ابن صلاحؒ (ص۱۱۰) والتقریب مع التدریب (۳۴۳/۱) اور فتح المُغیث (۳۶۸/۱) وغیرہ

❁ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے جو اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، کیا اس سے قبل بھی علما نے اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے یا محض قواعد کو سامنے رکھ کر آپ نے اس حدیث کو ضعیف کہہ دیا ہے؟

تو ہمارا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس حدیث کو متعدد ائمہ نے حسن قرار دیا ہے، لیکن کئی علما نے اس کو ضعیف بھی کہا ہے۔ چنانچہ مسند احمد پر الموسوعة الحدیثیة کے نام سے تحقیق کرنے والے علما نے مذکورہ سند کی بنیاد پر اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: مسند احمد، رقم: ۲۷۲۸۲، ۲۷۲۸۳) لہٰذا ہم اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں منفرد نہیں ہیں۔

اور میں اس سے قبل یہ وضاحت کر چکا ہوں کہ جن حضرات نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اُنہوں نے دراصل اس اصولی قاعدہ سے چشم پوشی کی ہے کہ صدوق راوی کی روایت کو تحقیق و پرکھ سے قبل 'حسن' قرار نہیں دیا جاسکتا۔

■ اب ہم جائزہ لیتے ہیں اس حدیث کے دوسرے راوی عبدالرحمٰن بن خلاد الانصاری کا جنہوں نے اس حدیث میں عبداللہ بن جمیع کی دادی کی متابعت کی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ابن قطانؒ نے اس کو الوھم والإیھام (۲۳/۵) میں مجہول الحال قرار دیا ہے۔ یہی بات ابن حجرؒ نے بھی التہذیب میں ابن قطانؒ سے نقل کی ہے ۔مسند امام احمد کے محققین نے اس کو اسی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔

■ نیز عبداللہ بن جمیع کی دادی، جس کی متابعت کی گئی ہے، اس کا نام مستدرک حاکم کی صراحت کے مطابق لیلیٰ بنت مالک ہے۔ (۲۰۳/۱)

اس کو بھی ابن قطانؒ نے الوھم والایھام (۲۳/۵) میں مجہول الحال قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں ابن حجرؒ التقریب (رقم ۸۹۰۹) میں ولید بن عبداللہ عن جدته عن أم ورقة کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''اسکی جدہ سے مراد لیلیٰ بنت مالک ہے جو غیر معروف ہے۔''

علما کی ان تصریحات سے یہ ثابت ہوا کہ لیلیٰ بنت مالک بھی مجہولہ ہے۔ چنانچہ ایسی روایت جس کے تمام طرق میں کلام ہو اور ہر طرق میں متعدد رواۃ مجہول الحال ہوں، کو بعض حضرات کا حسن قرار دینا ناقابل فہم اور قابل افسوس امر ہے۔ ایسی محتمل روایت سے اُمت میں فتنہ کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

❁ اس روایت کے ضعیف ہونے کی ایک اور علت: طرق میں اضطراب

ابن حجرؒ التہذیب میں اس حدیث کی راویہ امّ ورقہؓ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے امامت کی اجازت دی تھی، کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث کو الولید بن عبداللہ بن جمیع نے اپنی دادی سے روایت کیا ہے اور بعض نے دادی کی جگہ پر ان کی ماں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولید عن جدته لیلیٰ بنت مالك عن أبیها عن أم ورقة۔ (گویا یہاں لیلیٰ بنت مالک اور اُمّ ورقہ کے درمیان لیلیٰ کے باپ کا واسطہ بھی ہے) اور یہ بھی کہا گیا کہ ولید نے اپنے دادا سے اور اُنہوں نے اُمّ ورقہ سے روایت کیا، گویا یہاں دادی کی بجائے دادا ہے اور ان کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور بعض نے یہ سند اس طرح ذکر کی ہے کہ: ولید عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن أم ورقة اور بعض کے نزدیک سند یوں ہے: عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن أبیه عن أم ورقة قالت :استاذنت رسول الله ﷺ (یعنی اس میں سند کے

اختلاف کے علاوہ یہ ذکر ہے کہ ام ورقہؓ نے خود رسول ﷺ سے امامت کی اجازت طلب کی تھی)

طرق کا اس قدر اختلاف اس حدیث میں ضعف کی ایک شدید علت کی واضح نشاندہی کررہا ہے اور وہ ہے اضطراب جو ولید بن جمیع کی طرف سے واقع ہوا ہے اور مضطرب روایت بالاتفاق ضعیف، قابل ردّ اور ناقابل استدلال ہے۔

مسند احمد کے محققین اس حدیث کی دونوں سندوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس کی سند عبدالرحمٰن بن خلاد اور ولید بن عبداللہ بن جمیع کی دادی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ ابن قطانؒ نے وضاحت کی ہے اور الولید کی دادی کا نام لیلیٰ بنت مالک ہے، نیز اس حدیث میں ولید بن عبداللہ بن جمیع اضطراب کا شکار ہوا ہے۔''

چنانچہ ابونعیم الفضل بن دکین نے اس کو روایت کیا، جیسا کہ مسند احمد کی مذکورہ روایت میں ہے جس کو ابن سعدؒ نے طبقات (۸/۴۵۷) میں، طبرانیؒ نے المعجم الکبیر (۲۵/۳۲۶) میں، امام بیہقیؒ نے السنن (۳/۱۳۰) اور الدلائل (۶/۳۸۱) میں ذکر کیا۔ نیز وکیعؒ بن جراح نے اس کو روایت کیا جس کو ابن ابی شیبہؒ نے المصنف (۱۲/۵۲۷) میں اور ابوداودؒ نے السنن (رقم ۵۹۱) میں اور ابن ابی عاصمؒ نے الآحاد (۳۳۶۶) میں اور ابن الاثیر نے اُسد الغابہ میں اُم ورقہؓ کے ترجمہ میں نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ محمد بن فضیل نے اس کو روایت کیا، جسے ابوداود نے رقم الحدیث: ۵۹۲ میں نقل کیا۔ علاوہ ازیں اشعث بن عطاف نے اسے روایت کیا جسے دارقطنیؒ نے العلل (۵/۲۲۵) میں نقل کیا۔ ان تمام نے اس روایت کو الولید بن عبداللہ بن جمیع کے طریق سے مذکورہ سند کے ساتھ ہی روایت کیا ہے۔

لیکن صحیح ابن خزیمہ میں اس روایت کو عبداللہ بن داوٗد الخریبی نے الولید بن عبداللہ بن جمیع عن لیلیٰ بنت مالك عن أبیها کے طریق سے روایت کیا ہے اور عبدالعزیز بن ابان نے اسے الولید عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن أبیه عن أم ورقة کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف (۱۳/۱۱۰) میں انہوں نے عبدالرحمن بن خلاد عن أبیه عن أم ورقة کے طریق سے نقل کیا ہے۔ نیز واضح ہو کہ عبدالعزیز بن ابان متروک ہے۔ امام دارقطنیؒ نے السنن (۱/۴۰۳) میں اور

www.KitaboSunnat.com

امام بیہقیؒ نے معرفة السنن والآثار (۲۳۰/۴) میں اس روایت کو الزبیري عن الولید بن جمیع عن جدته عن أم ورقة کے طریق سے نقل کیا ہے۔

ان تمام اسانید کا دارومدار الولید بن جمیع اور اس کی دادی پر ہے جو اس حدیث کے مرکزی راوی ہیں جن کے حالات سے آپ آگاہ ہوچکے ہیں۔ اسی وجہ سے مسنداحمد کی تحقیق (۲۵۵/۴۵) میں ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا گیا ہے:

إسناده ضعیف لجهالة جدة الولید

''اس کی سند الولید کی دادی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں شدید اضطراب موجود ہے جس کی بنا پر یہ ناقابل حجت ہے۔

کیا عورتوں کی امامت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ آیا عورتوں کی امامت کے بارے میں کوئی صحیح روایت کتبِ احادیث میں موجود ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کتبِ احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اُم سلمہؓ کے متعلق مروی ہے کہ وہ عورتوں کی امامت کروایا کرتی تھیں۔

1. ابوحازم ریطة الحنفیة سے روایت کرتے ہیں کہ

''حضرت عائشہ صدیقہؓ فرض نماز میں عورتوں کے درمیان کھڑی ہوکر امامت کرواتی تھیں۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ رقم:۵۰۸۶، سنن دارقطنی ۴۰۴/۱، سنن بیہقی ۱۳۱/۳)

امام نوویؒ نے المجموع (۱۹۹/۴) میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور امام زیلعیؒ نے نصب الرایة (۳۱/۲) میں ان کی تائید کی ہے اور امام البانیؒ نے ان کی اس صحت کو اپنی کتاب تمام المنة ص (۱۵۴،۱۵۳) میں نقل کیا ہے۔

2. ابن ابی شیبہ (۸۹/۲) نے ابن ابی لیلیٰؒ کے طریق سے اور امام حاکمؒ (۲۰۳/۱) نے لیث بن ابی سلیم عن عطا کے طریق سے بیان کیا ہے کہ

''حضرت عائشہؓ عورتوں کو امامت کرواتیں اور صف میں ان کے درمیان کھڑی ہوتیں۔''

3. عمار دہنی اپنے قبیلہ کی حجیرۃ نامی ایک عورت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

www.KitaboSunnat.com

''اُمّ سلمہؓ ان کو امامت کرواتیں اور ان کے درمیان میں کھڑی ہوتیں۔'' (الام: رقم ۳۱۵)

اور مصنف عبدالرزاق کے الفاظ ہیں کہ

أمتنا أُمّ سلمةؓ في صلاة العصر فقامت بيننا (رقم:۵۰۸۲)

''اُمّ سلمہؓ نے ہمیں نمازِ عصر کی امامت کروائی اور ہمارے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔''

امام البانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: تمام المنة ص ۱۵۴)

۴ محمد بن الحصین نے ابراہیم نخعیؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ

''حضرت عائشہ صدیقہؓ ماہِ رمضان میں عورتوں کو امامت کرواتیں اور ان کے درمیان میں کھڑی ہوتیں۔'' (الدرایۃ از ابن حجر: ۱/۱۴۹)

۵ عکرمہؒ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا:

تؤم المرء ة النساء تقوم في وسطهن (مصنف عبدالرزاق، رقم:۵۰۸۳)

''عورت عورتوں کو امامت کرواتے ہوئے ان کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔''

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت صرف عورتوں کو امامت کرواسکتی ہے اور وہ بھی ان کے درمیان میں کھڑی ہوکر ۔یہی ازواجِ مطہرات کا عمل تھا اور یہی حبر الامة حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ ہے۔

عورت کی امامت کے سلسلہ میں فقہا کا نقطہ نظر

اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ عورت کی امامت کے سلسلہ میں فقہا کا نقطہ نظر کیا ہے؟

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

''اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا عورت کا عورتوں کو باجماعت نماز پڑھانا مستحب ہے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مستحب ہے، یہ قول حضرت عائشہؓ، امّ سلمہؓ، عطا ، سفیان ثوری، اوزاعی، امام شافعی، اسحاق اور ابوثور رحمہم اللہ سے مروی ہے۔ اور امام احمدؒ سے مروی ہے کہ یہ غیر مستحب ہے اور اہل الرائے کے نزدیک یہ مکروہ ہے، لیکن نماز ہوجائے گی۔ امام شافعیؒ، امام نخعیؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ نفلی نماز میں جائز ہے، فرض نماز میں جائز نہیں۔''

واقعہ یہ ہے کہ اوّل الذکر قول ہی صحیح اور آثار کے مطابق ہے، عورت کا عورتوں کی امامت کو مکروہ قرار دینا یا فرض ونفل کا فرق کرنا، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ابوثورؒ، مزنیؒ اور امام طبریؒ کی طرف منسوب قول کی حقیقت

اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ ابوثورؒ، مزنیؒ اور امام طبریؒ کی طرف منسوب اس قول کہ ''عورت عورتوں کے علاوہ مردوں کی امامت بھی کرواسکتی ہے۔'' کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان ائمہ کی طرف اس قول کی نسبت کس حد تک درست اور ان کی کلام کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

جب ہم فقہا کی اس سلسلہ میں عبارات کے تناظر میں غور کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ ان کی طرف اس قول کی نسبت بے محل ہے اور غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔

امام ابن قدامہؒ نے اصل حقیقت کو واضح کردیا ہے، فرماتے ہیں:

أما المرأة فلا يصح أن يأتم بها الرجل بحال في فرض ولانافلة في قول عامة الفقهاء وقال أبوثور: لا إعادة على من صلى خلفها وهو قياس قول المزني

''عام فقہا کا مسلک یہ ہے کہ عورت کسی بھی صورت میں مردوں کی امامت نہیں کرواسکتی، نہ فرض نماز میں اور نہ نفل نماز میں، البتہ ابوثورؒ کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عورت کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کے لئے نماز کو لوٹانا ضروری نہیں ہے۔ اور مزنی کا بھی یہی نقطہ نظر ہے جو کہ انہوں نے (امام شافعیؒ کے قول پر) قیاس کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔''

تو ابوثور اور مزنیؒ کے قول کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ جو شخص بھول کر یا غلطی سے عورت کے پیچھے نماز پڑھ لے، اسے معلوم نہ ہو کہ امام عورت ہے تو اس کے لئے نماز کو لوٹانا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ ابن قدامہؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال أبو ثور والمزني: لا إعادة على من صلّى خلفه وهو لا يعلم لأنه ائتم بمن لا يعلم حاله فأشبه ما لو ائتم بمحدث

''ابوثورؒ نے فرمایا ہے کہ جس نے نادانستہ اس (عورت، مشرک یا مخنث مشکل) کی اقتدا میں نماز پڑھ لی، اس کے لئے نماز کو لوٹانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اس نے اس کی اقتدا کی ہے جس کی حالت کا اسے علم نہیں۔ تو اس کا حکم بھی اس شخص کی طرح ہے جو بے وضو امام کی اقتدا کرتا ہے۔''

ثابت ہوا کہ مزنیؒ کی طرف عورت کے لئے مرد کی امامت کے جواز کا قول منسوب کرنا غلط

ہے۔ جس نے ان کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے ، اسے دراصل اس قول: إن کل من صحتْ صلاته صحت أمامتُه سے غلط فہمی ہوئی ہے، حالانکہ یہ ایک عمومی قاعدہ ہے۔

❁ جہاں تک ابن جریرؒ کی طرف اس قول کی نسبت کا تعلق ہے تو انہوں نے اپنی کسی کتاب میں اس کی تصریح نہیں کی، البتہ ابن رشدؒ نے بداية المجتهد میں ابن جریرؒ اور مزنی کی طرف اس قول کو منسوب کرتے ہوئے اسے شاذ قرار دیا ہے۔

نیز یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ طبری دو اشخاص ہیں، ایک اہل سنت میں سے ہے اور دوسرا شیعہ ہے۔ لہٰذا یہ تعین بھی ضروری ہے کہ یہ ابن جریر طبری شیعہ ہے یا سنی؟

قرین قیاس بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ ابن جریر شیعہ ہے، کیونکہ عورت کی امامت شیعہ کے ہاں جائز ہے نیز یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ اس حدیث کا مرکزی راوی الولید بن عبداللہ جمیع شیعہ ہے تو کوئی بعید نہیں ہے کہ یہ ابن جریر بھی شیعہ ہو۔

میں عرصہ سے یہ سنتا آرہا تھا کہ ابن جریر طبری وضو میں پاؤں پر مسح کا قائل ہے اور اس کا موقف یہ ہے کہ "أرجلِكم میں لام کے نیچے کسرہ کی قرات کی بنا پر آدمی کو اختیار ہے کہ چاہے تو پاؤں کو دھولے اور چاہے تو ان پر مسح کرلے۔" لیکن بعد میں جب میں نے تحقیق کی تو واضح ہوا کہ اس سے مراد وہ معروف ابن جریر طبریؒ نہیں ہے، بلکہ یہ ابن جریر شیعہ ہے جو پاؤں پر مسح کے جواز کا قائل ہے اور غلط فہمی سے بلا سوچے سمجھے اس قول کو معروف ابن جریر کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔

چنانچہ حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ عورت کی امامت کے جواز کا قائل ابن جریر شیعہ ہے۔ بالفرض اگر ان سے یہ قول ثابت ہو بھی جائے تو تب بھی یہ شاذ ، صحیح احادیث اور جمہور اُمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات ہے۔

اور ایسے شاذ اقوال کی تلاش اور جستجو کرنا شریعت کی نظر میں انتہائی مذموم ہے اور سلف نے ایسے شخص کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو علما کے شاذ اقوال اکٹھے کرکے امت میں فتنہ کا بیج بوتا ہے۔ امام بیہقیؒ وغیرہ نے اسماعیل القاضی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ

"میں ایک دفعہ معتضد کے پاس حاضر ہوا جو بنو عباس کا ایک فرمانروا گزرا ہے، تو انہوں نے

www.KitaboSunnat.com

ایک کتاب میری طرف بڑھائی۔ میں نے دیکھا کہ اس میں علما کی لغزشوں اورتفردات کو بمع ان کے دلائل کے جمع کیا گیا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ اس کتاب کا مصنف کوئی زندیق ہوسکتا ہے۔ خلیفہ نے پوچھا: یہ کیوں؟ تو میں نے جواب دیا: یہ تمام باتیں صحیح نہیں ہیں۔ جس نے متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اس نے نشہ اور غنا کو جائز قرار نہیں دیا۔ اور پھر کون عالم ہے جس سے کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی ہو؟ اور جس نے علما کی لغزشوں کو جمع کیا اور پھر انہیں اختیار کرلیا اس کا دین چلا گیا۔ یہ سن کر خلیفہ معتضد نے اس کتاب کو جلانے کا حکم دے دیا۔''

(سير أعلام النبلاء :۴۶۵/۱۳)

امام احمدؒ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ

''جس شخص نے نبیذ کے بارے میں اہل کوفہ کے قول پرعمل کیا اور سماع کے متعلق اہل مدینہ کے قول پرعمل کیا اور متعہ کے بارے میں اہل مکہ کے قول پرعمل کیا تو ایسا شخص فاسق ہے۔''

بلکہ امام اوزاعیؒ نے تو ایسے شخص کو کافر قرار دیا ہے۔ اور ابن حزمؒ نے ایسے شخص کو دین اور اللہ کے خوف سے عاری قرار دیا ہے جو اپنی ہوائے نفس کی تسکین کے لئے شاذ اقوال کو تلاش کرتا ہے۔ (الموافقات: ۱۴۷/۴) نیز ابن عبدالبرؒ، ابن حزمؒ، امام باجیؒ اور ابن صلاحؒ نے اس طرح رخصتوں اور شاذ اقوال کو تلاش کرنے کی حرمت پر علما کا اجماع نقل کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علما سے منسوب رخصتوں اور شاذ اقوال کی اشاعت کرنے والے لوگ روحانی مریض ہیں اور ان کے دل میں کجی ہے جس کی وجہ سے وہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرتے ہیں اور حق کو چھپاتے ہیں۔ یہ اپنے تئیں علم کا دعویٰ کرنے والے دراصل جاہل ہیں اوراعداءِ اسلام کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کررہے ہیں۔ یہ لوگ یہود و نصاریٰ کے مفادات کو شرعی جواز فراہم کرتے ہیں۔ کبھی بیت المقدس پر یہود کے ناجائز قبضہ کو جائز قرار دیتے ہیں تو کبھی رقص وسرود کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور کبھی عورت کی مردوں کی امامت پر رطب اللسان ہیں جس کے پیچھے ان کے دراصل مخصوص اہداف ہیں جن کو وہ بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ ضرور انہیں ان مکاریوں کی سزا دے گا۔

www.KitaboSunnat.com

سلف صالحین کے نزدیک حدیث اُمّ ورقہ کا مفہوم

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ سلف صالحین نے اس حدیث کا کیا مطلب لیا ہے؟ یہ اس صورت میں ہے کہ اس حدیث کو قابل حجت تسلیم کرلیا جائے، وگرنہ اوّلاً تو ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حدیث حسن اور قابل حجت ہے۔ اور گذشتہ اوراق میں ہم تفصیل کے ساتھ اس روایت کا ضعیف اور نا قابل حجت ہونا واضح کرچکے ہیں۔

لیکن بالفرض اگر ہم اس حدیث کو قابل حجت تسلیم کر بھی لیں تو بھی اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو یہ اشراقی فرقہ مراد لے رہا ہے۔ اس حدیث کا مطلب بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ عورت کی امامت فقط عورتوں کے لئے جائز ہے۔ اس حدیث سے عورت کی مردوں کے لئے امامت کا جواز کشید کرنا قطعاً غلط ہے۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جتنے بھی محدثین اور ائمہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے، انہوں نے اس سے عورت کی عورتوں کے لئے امامت پر ہی استدلال کیا ہے اور محدثین نے اس پر جو ابواب قائم کئے ہیں، وہ بھی عورت کی عورتوں کے لئے امامت کے ہی ہیں اور تمام سلف صالحین نے بھی اس سے یہی سمجھا ہے، لہٰذا ہمیں اللہ کے فرمان: ﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهٗ﴾ (الزمر:١٨) کے تحت اسلاف کی اس تشریح پر عمل کرنا چاہئے اور لغوی جھمیلوں، تعمیماتِ بعیدہ سے قطع نظر ہوکر اپنی طرف سے کوئی ایسا مطلب کشید نہیں کرنا چاہئے جو سلف صالحین کی تشریحات سے متصادم ہو۔ خوارج اور دیگر گمراہ فرقے جنہوں نے اسلام سے انحراف کی راہ اختیار کی، اس کے پیچھے بھی دراصل سلف صالحین کی اتباع سے گریز پائی ہی کارفرما تھی۔

صحابہ کرامؓ جو براہِ راست چشمہ نبوت سے سیراب ہوئے، پھر ان کے فیض یافتگان تابعین، ائمہ حدیث اور ائمہ فقہا جو عربی زبان کی باریکیوں کو ہم سے زیادہ جانتے تھے، ان میں سے کسی نے بھی اس حدیث کا یہ مفہوم مراد نہیں لیا، جملہ محدثین نے اس حدیث کے اوپر إمامة المرأة النساء کا عنوان قائم کیا ہے۔

پھر دارقطنیؒ کی روایت میں خود رسول اللہ ﷺ سے اس کی تصریح موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُم ورقہؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کروائے۔

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے ان الفاظ کو دارقطنی کے الفاظ قرار دینا امام دارقطنیؒ پر بہتان ہے کہ نعوذ باللہ اُنہوں نے اپنے الفاظ کو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں شامل کر دیا۔ اور اسلاف کی تصریحات سے بھی اس بہتان کی تائید نہیں ہوتی۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :

> ''عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عورتوں کی امامت کروائے ،اس کی ممانعت کی دلیل اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ''عورت مرد کی نماز کو توڑ دیتی ہے۔ لہٰذا نماز میں اس کا مردوں کے پیچھے کھڑا ہونا اور امام کا آگے کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اگر عورت آگے کھڑی ہوگی تو اس سے مرد کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور عورت کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی۔ اس کے برعکس عورت عورت کی نماز کو نہیں توڑتی۔''

آخر میں، میں اصحابِ اشراق کو ایک بات کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں اور برادرانہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ مسائل میں اسلافِ امت کے خلاف شاذ اقوال کو تلاش کرنے اور اسے اُمت میں فتنہ کا باعث بنانے سے احتراز کریں اور یہ دین کی کوئی خدمت نہیں ہے جس کو آپ لوگ نیکی سمجھ کر ادا کررہے ہیں۔ اللہ نے اگر آپ لوگوں کو علم کی دولت سے بہرہ ور کیا ہے تو اسے اعداء اسلام کے خلاف صرف ہونا چاہیے، نہ کہ دشمنوں کی حمایت میں۔ اور کسی بھی مسلمان کو شیطان کے ان پیروکاروں کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں کیا ہے:﴿الَّذِيْنَ حُمِّلُوْا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ﴾ انسان کو یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہئے کہ ایک دن اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے اور اس دن ، کان، آنکھ اور دل ہر چیز کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

ایک حیا باختہ اور اسلام بیزار عورت جو اس فتنہ کی روح رواں ہے، اس کا دفاع کرنا اور اس کے لئے دلائل مہیا کرنا، اسلام کی کون سی خدمت ہے؟

ایک افسوسناک خبر : مولانا محمد سعید سلفی مؤرخہ ۷/اپریل ۲۰۰۵ء کو حرکتِ قلب بند ہوجانے کی وجہ سے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ إنا للہ وانا الیہ راجعون آپ ۲۵ سال تک سید داود غزنویؒ کے معتمد ساتھی اور خزانچی رہے۔ وسیع مطالعہ کے حامل، وسیع ذاتی لائبریری کے مالک اور تہجد گزار بزرگ تھے۔ نمازِ جنازہ شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی نے پڑھائی۔ جنازہ میں مولانا محمد حسین شیخوپوری، سید عبدالشکور شاہ، حافظ عبدالرزاق سعیدی اور مولانا سعید چینیوٹی و دیگر اہل علم نے شرکت کی۔ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی کوتاہیوں، لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد

محمد رضی الاسلام ندوی☆

امامتِ نسواں کا جواز؟

حدیثِ اُمّ ورقہؓ کی روشنی میں

گذشتہ دنوں امریکہ میں ایک مسلم خاتون نے جرأتِ رندانہ سے کام لے کر مردوں اور عورتوں کی ایک مخلوط جماعت کی امامت کیا کی کہ پوری دنیا میں اس کی مخالفت اورحمایت کا بازار گرم ہوگیا۔ علما اور فقہا نے اس کے خلاف فتوے دیے اور اسے ناجائز عمل بتایا تو روشن خیال مسلم دانشوروں نے اس کی حمایت کی اور اسے ایک انقلابی اقدام قرار دیا۔

عورت کے ذریعے مخلوط جماعت کی امامت کے عدمِ جواز پر علما نے جو دلائل دیے ہیں ان میں وہ احادیث بھی ہیں جن میں مسجد میں عورتوں کی صفوں کو سب سے آخر میں اور بچوں کی صفوں کے بعد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد عورتوں اور مردوں کے اختلاط کو روکنا ہے۔ ان کے علاوہ ان کی ایک دلیل 'اُمت کا ہمیشہ سے چلا آنے والا 'تعامل' بھی ہے۔ اُمت کی چودہ سوسالہ تاریخ میں یہ روایت کبھی نہیں رہی۔ عہدِ نبویؐ اور عہد صحابہؓ میں بھی خواتین کو یہ 'اعزاز' نہیں بخشا گیا۔ متعدد امہات المومنین، مثلاً حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ وغیرہ اور متعدد صحابیاتؓ قرآن کریم کے حفظ، قراء ت اور فہم میں بہت سے صحابہؓ سے بڑھ کر تھیں، آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہیں، مگر کبھی اُنہیں امامت کے لئے آگے نہیں بڑھایا گیا۔ ایک موقع پر اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے جنگ میں ایک لشکر کی قیادت کی، مگر اس دوران بھی انہوں نے کبھی مردوں کی جماعت کی امامت نہیں کی۔ اسی بنا پر جمہور فقہاے امت نے عورت کی امامت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

جدید روشن خیال مسلم دانشور مسلمان عورت کو ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ تمام حقوق واختیارات جو مردوں کو حاصل ہیں، ان سے اسلام

☆ مدیر معاون سہ ماہی 'تحقیقاتِ اسلامی' ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ، انڈیا

www.KitaboSunnat.com

نے عورتوں کو بھی بہرہ ور کیا ہے اور وہ تمام کام جنہیں مسلمان مرد انجام دے سکتے ہیں، ان سے مسلمان عورتوں کو بھی نہیں روکا گیا ہے۔ اس منطقی استدلال کی رو سے مسلمان عورت امامت بھی کرسکتی ہے، اس 'شرف' سے اسے محروم کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ حضرات اپنے اس دعویٰ پر آیت ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ﴾ (الحجرات:۱۳) ''درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔'' سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآنی فکر کی رو سے امامت کا اہل وہ ہے جو تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو، دین کے فہم و بصیرت سے معمور ہو اور جسے قرآن مجید کی ترتیل کا بہتر سلیقہ حاصل ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ یہ بات کہ اُمت کی پوری تاریخ حتیٰ کہ صدرِ اوّل میں بھی عورت کی امامت کی ایک مثال بھی نہیں ملتی، ان حضرات کے نزدیک ذرا بھی قابل اعتنا نہیں ہے۔ کیونکہ جو کام عہدِ نبویؐ میں نہ ہوا ہو، اس کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ احادیثِ نبویؐ کا سرمایہ ان حضرات کی اس فکر کی راہ میں آڑے آتا تھا۔ اس لئے کہ اس میں عورتوں کے الگ دائرۂ کار کے حدود متعین کئے گئے ہیں، ان کے لئے حجاب، لباس اور گھروں سے باہر جانے کے مخصوص آداب بیان کئے گئے ہیں اور اُنہیں مردوں کے اختلاط سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لئے انہوں نے سرمایۂ احادیث ہی کو بے اعتبار بنانے کی پوری کوشش کی اور انہیں 'قرآنی فکر' کے لئے 'حجابِ اکبر' قرار دیا۔

بعض دانشوروں کو شاید احساس ہوا کہ یہ بات بننے والی نہیں ہے۔ اس لئے اُنہوں نے ذخیرۂ احادیث سے کوئی مثال ڈھونڈنے کی کوشش کی جس سے امامتِ نسواں کا جواز ثابت کیا جاسکے۔ انہیں عہدِ نبویؐ کی ایک مثال ملی جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابیہ (حضرت اُمّ ورقہؓ) کو استثنائی طور پر 'اپنے گھر والوں' کی امامت کی اجازت دی تھی۔ اس روایت سے کھینچ تان کر انہوں نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ سطورِ ذیل میں اس روایت اور اس کے پس منظر کا مطالعہ اور اس سے جدید دانشوروں کے استدلال کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

سنن ابوداود میں مروی ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تھی کہ اپنے گھر میں ایک مؤذن رکھ لیں۔ آپؐ نے انہیں اس کی اجازت دے دی تھی۔ «استأذنت النبی ﷺ أن تتخذ في دارها مؤذنا فأذن لها» دوسری روایت کے

www.KitaboSunnat.com

الفاظ یہ ہیں: جعل لها مؤذنا يؤذن لها (آپؐ نے ایک مؤذن مقرر کردیا تھا جو ان کے لئے اذان دیتا تھا) دوسری بات یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ ورقہؓ کو اپنے گھر والوں کی امامت کرنے کا حکم دیا تھا: «وأمرها أن تؤم أهل دارها»

(سنن ابو داود، کتاب الصلوۃ، باب امامۃ النساء: حدیث نمبر ۵۹۱، ۵۹۲)

یہ روایت سنن ابو داود کے علاوہ بعض اور کتب ِحدیث میں بھی مروی ہے۔ سب میں یہی مضمون مذکور ہے۔ بعض روایات میں صراحت ہے کہ امامت کا یہ حکم فرض نمازوں کے لئے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کا حکم عورتوں کی امامت کے سلسلے میں تھا، لیکن بیشتر روایات میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ روشن خیال دانشوروں نے روایت میں موجود لفظ 'دار' کو محلّہ کے معنی میں لیا ہے اور اس سے یہ مفہوم نکالنے کی کوشش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمّ ورقہؓ کو اپنے محلّہ والوں کی امامت کا حکم دیا تھا۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے محلے کی مسجد کی امام تھیں۔

سنن ابو داود کی مذکورہ روایت میں حضرت اُمّ ورقہؓ کے بارے میں یہ بھی مذکور ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے اپنے ساتھ غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائیں، میں مریضوں کی خدمت کروں گی اور شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: اپنے گھر میں رہو، اللہ تعالیٰ تمہیں وہیں شہادت نصیب فرمائے گا، اسی بنا پر انہیں 'شہیدہ' کہا جاتا تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کرنے وقتاً فوقتاً ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے پاس ایک غلام اور ایک لونڈی رہتے تھے۔ امّ ورقہؓ نے اُنہیں مدبر بنا دیا تھا۔ یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم دونوں آزاد ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد ِخلافت میں ان دونوں نے جلد آزادی پانے کے مقصد سے ایک رات ایک چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر اُنہیں شہید کردیا اور بھاگ گئے۔ صبح حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے اعلانِ عام کردیا کہ جس کسی کو ان دونوں کا پتہ چلے یا اُنہیں دیکھے تو انہیں پکڑ کر لائے۔ بالآخر وہ گرفتار ہوئے اور اُنہیں پھانسی دے دی گئی۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ کو قرآنِ کریم حفظ تھا (كانت قد قرأت القرآن)

ابن حجرؒ کی کتاب الاصابة سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رات میں بلند آواز سے تلاوت کیا

www.KitaboSunnat.com

کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ جو راتوں میں آبادی کا گشت کیا کرتے تھے، ان کی تلاوت سنا کرتے تھے۔اس میں ہے کہ ''صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: کل شب میں نے اپنی خالہ اُمّ ورقہؓ کی قراءت نہیں سنی۔ وہ ان کے گھر (دار) میں داخل ہوئے، وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ان کی خواب گاہ (بیت) میں گئے تو ان کی لاش ایک چادر میں لپٹی ہوئی ملی۔ (ابن حجر عسقلانیؒ، الإصابة في تمييز الصحابة: ۵۰۵/۴ مطبعة السعادة مصر ۱۳۲۸ھ،)

یہ وہ کل معلومات ہیں جو حضرت اُمّ ورقہؓ کے بارے میں دستیاب ہوسکی ہیں۔ احادیث، سیر صحابہؓ وصحابیاتؓ اور تاریخ کی کتابوں میں ان کے بارے میں اور کچھ مذکور نہیں ہے۔ ان کے شوہر، بچوں، خاندان اور رشتہ داروں کا کچھ پتا نہیں ہے۔

اس روایت میں موجود لفظ 'دار' کو محلّہ کے معنی میں لینا صحیح نہیں ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مؤذن رکھنے کی اجازت طلب کی تھی۔ یہ مؤذن اگر محلّہ کی مسجد کے لئے تھا تو اس کے لئے حضور سے اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس کے لئے یؤذن لها (وہ ان کے لئے اذان دیتا تھا) کی تعبیر کیوں اختیار کی گئی؟ وہ تو محلّہ کی مسجد کا مؤذن تھا اور اہل محلّہ کے لئے اذان دیتا تھا۔

عربی زبان میں 'دار' اور 'بیت' کا استعمال ایک معنی میں بھی ہوتا ہے اور الگ الگ معنی میں بھی۔ اسی طرح احادیث میں بھی ان کا استعمال دونوں صورتوں میں ہوا ہے۔ الگ الگ معانی میں مستعمل ہوں تو 'بیت' خواب گاہ کے معنی ہیں اور 'دار' کسی دوسرے کام میں استعمال ہونے، مکان یا احاطہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ الإصابة میں مذکور روایت سے بھی یہی بات نکلتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اُمّ ورقہؓ کی قراءت شب میں نہیں سنی تو وہ اگلی صبح تحقیق حال کے لئے پہلے ان کے 'دار' یعنی گھر کے احاطہ میں داخل ہوئے، وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ان کے 'بیت' یعنی خواب گاہ میں پہنچے تو چادر میں لپٹی ہوئی لاش پائی۔ اس روایت میں 'دار' پر محلّہ کا مفہوم کسی طرح فٹ نہیں ہوتا۔

حضرت اُمّ ورقہؓ کے افراد خانہ کون کون تھے؟ جن کی امامت کرنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا۔ ایک غلام اور ایک لونڈی، ان میں اس مؤذن کو بھی شامل کرنا چاہئے جو ان کے لئے اذان دیتا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ ورقہؓ اور ان

www.KitaboSunnat.com

کے افرادِ خانہ کو مسجد کی حاضری سے کیوں مستثنیٰ کر دیا تھا؟ بہت سی احادیث میں مسجد جانے اور وہاں باجماعت نماز ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ جو خواتین مساجد جا کر باجماعت نماز ادا کرنا چاہیں اُنہیں نہ روکیں۔ جو لوگ بغیر کسی عذر کے ادائے نماز کے لئے مسجد نہیں جاتے، ان کے بارے میں آپؐ نے سخت وعید سنائی ہے۔ پھر حضرت اُم ورقہؓ کے بارے میں یہ خصوصی اجازت کیوں دی گئی کہ وہ اپنے گھر ہی میں اذان دلوا دیں اور جماعت قائم کرلیں۔ مسجد کی حاضری پر زور دینے والی احادیث کو مستحضر رکھنے اور اس حدیث کے پس منظر پر غور کرنے سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :

① حضرت اُم ورقہؓ کے افرادِ خانہ میں ان کا ایک غلام اور ایک لونڈی تھے۔ ان کے مؤذن کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

② حضرت اُمّ ورقہؓ کا مکان آبادی سے کچھ ہٹ کر تھا اور اس سے متصل دوسرے مکانات نہیں تھے۔ اس کا اشارہ اس سے ملتا ہے کہ ان کے غلام اور لونڈی کو ان کا گلا گھونٹ کر فرار ہونے کا موقع مل گیا۔

③ قریب میں کوئی مسجد نہیں تھی جہاں حضرت اُم ورقہؓ اور ان کے افرادِ خانہ باجماعت نماز کے لئے جاسکتے۔ اگر ہوتی تو وہ خود بھی اور ان کے افرادِ خانہ بھی وہاں جاتے اور جماعت میں شریک ہوتے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے گھر پر اذان دلوانے اور جماعت کرنے کی خصوصی اجازت حاصل کرلی تھی۔

④ حضرت اُمّ ورقہؓ حافظہ قرآن تھیں جب کہ ان کے افرادِ خانہ کو قرآن کا خاطر خواہ حصہ یاد نہیں تھا۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں امامت کرنے کا حکم دیا تھا۔

پورے ذخیرۂ حدیث میں صرف یہی ایک روایت ہے جس سے عورت کی امامت کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ عہدِ نبویؐ کا صرف یہی ایک واقعہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے کسی کے گھر پر اذان دلوانے اور ایک خاتون کو جماعت کی امامت کرنے کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی تھی، یہ ایک استثنائی حالت ہے۔ آج کل بھی کہیں اس طرح کے حالات ہوں تو اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن استثنا کو عمومی حکم بنا دینا اور اس کی بنیاد پر عام حالات میں مخلوط جماعت کے لئے عورت کی امامت کو جائز قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

نقد و نظر

محمد شفیق احمد کمبوہ

عورت کی امامت کا حالیہ واقعہ؟

پروفیسر خورشید عالم ماہنامہ 'اشراق' لاہور میں 'عورت کی امامت' کے بیان میں لکھتے ہیں:

''پچھلے دِنوں ایک نیک سیرت اور پڑھی لکھی خاتون نے نیویارک (امریکہ) میں جمعہ کی نماز میں مردوں اور عورتوں کی امامت کی......'' (شمارہ مئی ۲۰۰۵ء، ص ۳۵)

عورت کی امامت کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سنن ابوداود میں عورت کی امامت کے عنوان کے تحت اُمّ ورقہ سے دو حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث کا متن یوں ہے: ''اُمّ ورقہ بن نوفل سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے لئے نکلنے والے تھے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ، مجھے اپنے ساتھ اس غزوہ میں جانے کی اجازت دیجئے...... چنانچہ اُنہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اپنے گھر میں ایک مؤذن مقرر کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے اس کی اجازت دے دی......'' (ص ۳۶)

آگے مزید لکھتے ہیں:

''دوسری حدیث اُمّ ورقہ بنت عبداللہ بن حارث سے ایک اور سند سے مروی ہے، لیکن پہلی حدیث کامل تر ہے، اس حدیث کا متن یوں ہے: ''اللہ کے رسول ﷺ ان کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ آپؐ نے ایک مؤذن مقرر فرمایا تھا جو اُمّ ورقہ کے لئے اذان دیتا تھا۔ آپؐ نے اُن کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے خاندان والوں کی امامت کیا کریں۔ راوی عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ میں نے ان کے مؤذن کو دیکھا تھا جو ایک بوڑھا شخص تھا۔'' (ابوداؤد ص ۳۷)

مذکورہ روایت کی اسناد اور متن پر بحث تو 'مجلس التحقیق الاسلامی' کے زیر اہتمام ۱۵؍مئی ۲۰۰۵ء کو منعقدہ مذاکرہ میں خوب ہوئی اور اس کی تفصیلات بھی آپ جان لیں گے۔ ان شاءاللہ اِس لئے زیر بحث روایت پر اصولِ حدیث کی بجائے تاریخی پہلو سے بحث کی جائے گی۔

www.KitaboSunnat.com

جب ہم زیر بحث روایت کا تجزیہ اس کے تاریخی پہلو سے کرتے ہیں تو درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

① زیر بحث روایت کے الفاظ «عن أُم ورقة بن نوفل أن النبي ﷺ لما غزا بدرًا» (ابوداود : حدیث۵۹۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے اور غزوۂ بدر ۱۷ر رمضان ۲ ہجری کا واقعہ ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں: طبقات ابن سعد مترجم 'مسلمانوں کی بدر میں آمد' ج ار ص۳۱۲، نفیس اکیڈیمی اُردو بازار کراچی، طبع ششم، ستمبر ۱۹۸۷ء)

② سیدہ اُمّ ورقہؓ کی زیر بحث روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے قبل اذان اور اقامت کے ساتھ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا فرض ہوچکا تھا۔ اسی لئے سیدہ اُمّ ورقہؓ نے نبی ﷺ سے مؤذن مقرر کرنے کی درخواست کی۔

③ اس سے قبل مرد، خصوصاً اور عورتیں عموماً مسجد میں حاضر ہوکر نماز ادا کرتے۔

④ سنن ابوداود کی پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ اُمّ ورقہؓ نے خود نبی ﷺ سے مؤذن مقرر کرنے کی درخواست کی۔

⑤ اس روایت میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے سیدہ اُمّ ورقہؓ کو اپنے گھر والوں کی امامت کروانے کا حکم دیا یا سیدہ اُم ورقہؓ اپنے گھر والوں کی امامت کرواتی تھی جبکہ پروفیسر خورشید عالم کے نزدیک یہ حدیث کامل تر ہے۔

⑥ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیدہ اُم ورقہؓ کا ایک غلام اور ایک لونڈی بھی تھے لیکن کسی روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ غلام بھی سیدہ اُمّ ورقہؓ کی اقتدا میں نماز پڑھتا تھا۔ یہ صرف احتمال ہے کہ غلام بھی سیدہ اُمّ ورقہؓ کی اقتدا میں نماز پڑھتا تھا کیونکہ جب مؤذن ہی ایک بوڑھے آدمی کو مقرر کیا گیا تھا تو پھر کسی نوجوان مرد کا کسی غیر محرم عورت کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیونکر جائز ہوسکتا تھا؟

⑦ سنن ابوداود کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ نبی ﷺ اُمّ ورقہؓ کی ملاقات کے لئے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے لئے ایک مؤذن مقرر کردیا تھا جو اذان کہا کرتا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اپنے گھر والوں کی امامت کرتی تھیں۔

www.KitaboSunnat.com

⑧ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیدہ اُمّ ورقہؓ کے لئے جومؤذن مقرر کیا گیا تھا وہ بوڑھا آدمی تھا۔ چنانچہ اسی روایت میں ہے: «مؤذنها شيخًا كبيرًا»

مذکورہ حقائق کی روشنی میں تقریراستدلال یہ ہے کہ

① زیر بحث روایت پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کی ہے اور پردہ کے احکامات سورۂ احزاب اور سورۂ نور میں نازل ہوئے اور سورۂ احزاب اور سورۂ نور کا زمانہ نزول ۵ اور ۶ ہجری کا ہے۔(ملاحظہ فرمائیں: تاریخ ابن کثیر مترجم: ج ۱ر ص ۵۰۸، ۵۷۴)

② سورۂ احزاب اور سورۂ نور کے زمانۂ نزول کے قدرے اختلاف کے باوجود یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان دونوں سورتوں کا زمانۂ نزول کسی بھی صورت میں ۵ ہجری سے پہلے کا نہیں ہے، جبکہ سیدہ اُم ورقہؓ کی امامت کا واقعہ غزوۂ بدر کا ہے جو۲ ہجری میں ہوا۔

③ سیدہ اُمّ ورقہؓ کی زیر بحث روایت سے اگر عورت کا مردوں کی امامت کروانا اور وہ بھی غیرمحرم مردوں کو ثابت بھی ہو جائے تو وہ بھی قرآنِ مجید میں پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد منسوخ ہوجائے گا۔ واللہ اعلم

④ قرآنِ مجید میں پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد یہ ثابت ہے کہ عورت اپنا چہرہ بھی غیرمحرم سے چھپائے گی۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے:

«عن عائشة زوج النبي ﷺ ...... وكان صفوان بن المعطل السلمي ثم الذكواني من وراء الجيش فأدلج فأصبح عند منزلي فرأىٰ سواد إنسان نائم فأتاني فعرفني حين رآني وكان يراني قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين عرفني فخمرت وجهي بجلبابي......» (صحیح بخاری:۴۱۴۱)

''نبی اکرم ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ...... کہ صفوان بن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے رہ گیا تھا، راتوں رات سفر کرکے وہ صبح جب میرے قریبی مقام پر پہنچ گیا تو اس نے ایک سوئے انسان کو پایا سو اس نے مجھے پہچان لیا کیونکہ حجاب نازل ہونے سے قبل اس نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ مجھے پہچاننے پر اس کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے سے میں بیدار ہوگئی، تو میں نے اپنا چہرہ اپنی چادر سے ڈھانپ لیا۔''

⑤ اخبار میں شائع ہونی والی خبر اور تصویر کے مطابق امریکہ کے شہر نیویارک میں امینہ ودود

www.KitaboSunnat.com

کے مبینہ امامت کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بے پردہ خاتون ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور ۲۰ مارچ ۲۰۰۵ء صفحہ ۵

⑥ احادیث میں عورت کا عورتوں کو امامت کرانے کا جو ذکر ملتا ہے، اس کی بھی صورت یہ ہے کہ امام عورت عورتوں کی امامت کرواتے وقت عورتوں کی پہلی صف ہی کے درمیان کھڑی ہوگی نہ کہ مردوں کی طرح پہلی صف سے آگے علیحدہ کھڑی ہوگی۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

«وعن ريطة قالت أمتنا عائشة فقامت بينهن في الصلاة المكتوبة»

''ریطہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ نے ہماری امامت کرائی اور آپ فرضی نماز پڑھاتے ہوئے ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔'' (دارقطنی)

جبکہ امینہ ودود کے مبینہ امامت کے واقعہ میں وہ مردوں کی طرح پہلی صف سے آگے علیحدہ کھڑی ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں: روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور ۲۰ مارچ ۲۰۰۵ء صفحہ ۵

⑦ اسلام نے پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد غیر محرم مرد اور عورت کے اختلاط سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے:

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ «ألا لايبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحًا أو ذا محرم» (صحیح مسلم: حدیث ۲۱۷۱)

''حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم نے فرمایا: شوہر دیدہ کے ساتھ کوئی مرد (ایک مقام پر) رات نہ گزارے اِلا یہ کہ وہ اس کا خاوند ہو یا اس کا محرم۔''

⑧ امینہ ودود کے مبینہ امامت کے واقعہ میں مرد اور عورت کے اختلاط کو پیش کیا گیا ہے اور صف میں مرد اور عورتیں مل کر کھڑے ہوئے ہیں جبکہ صحیح حدیث کے مطابق عورت اکیلی صف کا حکم رکھتی ہے، اس لئے نماز میں نہ وہ محرم کے ساتھ اور نہ ہی غیر محرم کے ساتھ صف میں کھڑی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے:

«عن أنس بن مالك صليت أنا ويتيم في بيتنا خلف النبيﷺ وأمي أُم سليم خلفنا» (صحیح بخاری: حدیث ۷۲۷)

''انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ میں نے اور ایک یتیم بچے (ضمیرہ بن سعد حمیری) نے اپنے گھر میں نبی کریمؐ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہماری والدہ اُمّ سلیم ہماری پیچھے تھیں۔''

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں عورت اپنے محرم کے ساتھ بھی کھڑی نہیں ہوسکتی حالانکہ سیدہ اُمّ سلیمؓ سیدنا انسؓ کی والدہ تھیں تو پھر اس کا غیر محرم کے ساتھ کھڑا ہونا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

⑨ امینہ ودود کا مبینہ امامت کا واقعہ اسلام دشمن صلیبیوں کی اسلام کے خلاف سازش ہے اور اس کا ثبوت یہی واقعہ ہے کہ اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی گرجا ہی کا انتخاب کیا گیا۔ امینہ ودود کا مبینہ امامت کا واقعہ بھی نیویارک کے چرچ میں ہوا۔ چنانچہ روزنامہ ڈان ۲۰ مارچ ۲۰۰۵ء کو "Woman leads prayers in NY" لکھتا ہے

"The prayers were attended by some one hundred men and woman. The venue was the catherdral of St John, an Anglican church in New York."

⑩ مذکورہ اخبار میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ نماز انگریزی زبان میں پڑھائی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں:

"Ms Wadud conducted the prayers primarily in English."

جبکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اس شخص کو جو قرآن یاد نہیں کرسکتا تھا، اسے اپنی زبان میں نماز پڑھنے کی بجائے عربی زبان میں یہ الفاظ تعلیم فرمائے:

«فقال قل: سبحان الله والحمدلله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم» (سنن ابوداود: حدیث ۸۳۲)

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ زیر بحث روایت سے نہ کسی صحابیؓ، نہ کسی تابعیؒ اور نہ ہی کسی تبع تابعیؒ نے یہ سمجھا ہے جو ان دانشوران اشراق نے سمجھا ہے۔ اگر اس طرح ہوتا تو وہ ضرور عورتوں کو امامِ مسجد بناتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا، اس لئے یہ قابل مذمت ہے۔

www.KitaboSunnat.com

فقہ و اجتہاد

حافظ حسن مدنی

عورت کی امامت کی شرعی حیثیت

گذشتہ ماہ 'اشراق' میں عورت کی امامت کے جواز کے بارے میں مضمون شائع ہونے پر اس کی نقول مختلف اہل علم کو بھجوائی گئیں اور ۱۵ رمئی کو مجلس التحقیق الاسلامی میں چند اہل علم کا اسی موضوع پر تبادلہ خیال بھی ہوا۔ اس کے بعد فاضل علماء کرام نے ادارۂ محدث کو اپنے مضامین ارسال کئے جو اس شمارے کی زینت بن رہے ہیں۔ راقم نے بھی اسی موضوع پر اُنہی دنوں ایک مضمون تحریر کیا تھا، کبار علماء کرام کے مضامین شائع ہونے کے بعد تکرار سے بچنے کی خاطر میں نے اب ان مباحث کو مختصر کرکے حواشی میں دیگر اہل علم کے مضامین کے متعلقہ مباحث کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ چونکہ اکثر مضامین میں یہ بحثیں بار بار آگئی ہیں، اس لئے ان حواشی کی مدد سے قارئین کا ان کی طرف رجوع کرنا بھی آسان ہوگا۔ اس کے باوجود بعض جگہ باقی رہ جانے والی تکرار کو اُمید ہے، قارئین نظر انداز فرمائیں گے۔ (ح م)

جمہور اہل علم کے نزدیک عورت، دیگر عورتوں کی امامت کراسکتی ہے۔ اس سلسلے میں کتب حدیث میں اُمہات المومنین: حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کی امامت کا تذکرہ ملتا ہے، جس کی تفصیلات سے ان کے طریقہ امامت پر بھی روشنی پڑتی ہے:

① عن ريطة الحنفية قالت أمتنا **عائشة** فقامت بينهن في الصلوة المكتوبة (سنن دارقطنی، باب صلوة النساء جماعة وموقف إمامهن: ج۱/ص۴۰۴ ومصنف عبدالرزاق: ج۳/ص۱۴۱ حدیث نمبر: ۵۰۸۶)

''حضرت عائشہؓ نے ہماری امامت کرائی اور آپ فرض نمازوں کے درمیان میں عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئیں۔'' (وقال النووي: سنده صحيح. التعليق المغني)

② عن عطاء عن عائشة أنها كانت تؤم النساء تقوم معهن في الصف (مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱/ص۴۳۰، رقم ۴۹۵۴)

'عائشہؓ عورتوں کی امامت کرایا کرتی تھیں اور آپ ان کے ساتھ ہی صف میں کھڑی ہوتیں۔'

www.KitaboSunnat.com

③ أنها أمت النساء في صلوة المغرب فقامت وسطهن وجهرت بالقراءة

''سیدہ عائشہؓ نے مغرب کی نماز میں عورتوں کی امامت کرائی ، پس عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئیں اور بلند آواز سے قراءت فرمائی۔'' (المحلّی:۲۱۹/۴)

④ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عورتوں کو نمازِ عصر پڑھائی۔ (الام:۱/۱۶۴)

⑤ عن علي قال دخلت أنا ورسول الله علىٰ **أم سلمة** فإذا نسوة في جانب البيت يصلين فقال رسول اللهﷺ: «يا أم سلمة أي صلاة تصلين؟» قالت يا رسول الله! المكتوبة. قال رسول الله: «أفلا أَمَمْتِهِنَّ؟» قالت: يا رسول الله أو يصلح ذلك؟ قال ﷺ: «نعم تقومين وسطهن لا هن أمامك ولا خلفك وليكن عن يمينك وعن شمالك»

''حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے پاس آئے تو خواتین کو گھر کے ایک طرف نماز پڑھتے پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اُم سلمہ! یہ کونسی نماز پڑھ رہی ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا: فرض نماز تو آپ نے کہا: تم ان کی امامت کیوں نہیں کراتی؟ امّ سلمہ کہنے لگیں: کیا عورتوں کی امامت درست ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں، تم ان کے درمیان کھڑی ہوجاؤں، نہ تم ان کے آگے اور نہ وہ تمہارے پیچھے بلکہ وہ تمہارے دائیں بائیں کھڑی ہوجائیں۔'' (مسند زیدؒ بن علیؒ بن حسینؒ: ص ۱۱۱، دارالکتب العلمیہ)

⑥ عن أمّ سلمة أنها أَمَّتهُنَّ فقامت وسطًا (سنن کبریٰ از بیہقی:۳/۱۳۱، رقم ۵۱۴۰)

''حضرت اُمّ سلمہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان عورتوں کی امامت کرائی اور آپ درمیان میں کھڑی ہوئیں۔''

⑦ عن أمّ الحسن أنها رأت أم سلمة زوج النبي ﷺ تؤم النساء فتقوم معهن في صفهن (مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱/ص ۴۳۰، رقم ۴۹۵۳)

''امّ حسن سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہ کو دیکھا کہ وہ عورتوں کی امامت کرا رہی تھیں اور ان کے ساتھ ہی صف میں کھڑی تھیں۔''

علامہ ابن حزم اس حدیث کے متعلق المُحلّی (۲۲۰/۴) میں فرماتے ہیں:

''یہ بہترین سند ہے، اسکے سب راوی انتہائی ثقہ ہیں۔ یہ سند کیا ہے سونے کی ایک لڑی ہے''

www.KitaboSunnat.com

⑧ حُجیرہ سے مروی ہے کہ حضرت امّ سلمہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۲، دارقطنی: ۱/۴۰۵، قال النووی: سندہ صحیح)

⑨ عن ابن عباس قال: تؤم المرأة النساء تقوم في وسطهن

''ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عورت عورتوں کی امامت کرواسکتی ہے، لیکن وہ عورتوں کے درمیان کھڑی ہوگی۔'' (مصنف عبدالرزاق: ج۳/ص۱۴۰، رقم: ۵۰۸۳)

⑩ عن ابن عمر أنه كان يأمر جارية له أن تؤم النساء في ليالي رمضان

''ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنی ایک لونڈی کو حکم دیا کرتے کہ وہ رمضان میں عورتوں کی امامت کرائے۔'' (المُحلّٰی: ۳/۱۳۷)☆

☜ علامہ شمس الحق عظیم آبادی دارقطنی پر اپنی شرح التعليق المُغني میں فرماتے ہیں:

وهذه الروايات كلها تدل على استحباب إمامة المرأة للنساء في الفرائض والنوافل وهذا هو الحق وبه يقول الشافعي والأوزاعي والثوري وأحمد وأبو حنيفة وجماعة رحمهم الله (ج۱/۴۰۵)

''یہ تمام احادیث فرضی اور نفلی نماز میں عورت کی امامت کے پسندیدہ ہونے کی دلیل ہیں اور یہی موقف درست ہے، اسی کو امام شافعی، احمد بن حنبل، ابوحنیفہ (ائمہ ثلاثہ) اور امام اوزاعی، ثوری اور اہل علم کی ایک جماعت رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے۔''

احناف کے ہاں عورت کی امامت کا زیادہ رواج نہیں ہے، جہاں تک احناف کے موقف کا تعلق ہے تو وہ اس کی حرمت کی بجائے کراہت⁕ کا موقف رکھتے ہیں اور نمازِ جنازہ وغیرہ میں اس کے قائل ہیں۔ پھر احناف میں بعض اہل علم نے اپنے اس موقف کے بارے میں بھی نظر ثانی کرکے عورت کی عورتوں کے لئے امامت کا بلا کراہت جواز ثابت کرنے پر دلائل پیش کئے ہیں۔ اس سلسلے میں کراچی سے 'فقہ اسلامی' کے نام سے شائع ہونے والے وقیع فقہی ماہنامے میں مفتی محمد رفیق الحسنی کا تفصیلی مضمون بہ تکرار شائع ہوچکا ہے، جس میں انہوں نے عورتوں کی امامت کے جواز کا موقف اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ یاد رہے کہ اس مجلّہ کے کارپردازان بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ (دیکھئے شمارہ اکتوبر ۲۰۰۳ء و اکتوبر ۲۰۰۴ء)

چونکہ ان تمام احادیث میں عورتوں کی امامت کرانے کا ہی تذکرہ ملتا ہے، اس بنا پر ان سے یہ دلیل نہیں لی جاسکتی کہ عورت مردوں کی بھی امامت کراسکے۔ اس امر کے مشروع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تائید میں قرآن وحدیث سے کوئی دلیل موجود ہو۔ عبادات کے بارے میں یہ مسلمہ اُصول ہے کہ وہی عبادت باعثِ ثواب ہوگی جس کا ثبوت کتاب وسنت سے ثابت ہو۔ اپنے پاس سے بنائی گئی عبادت ثواب کی بجائے بدعت کا درجہ رکھتی ہے۔ جب اسلام کی ۱۴صد سالہ تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں کسی عورت نے مردوں کی امامت کی ہو تو اب کیوں کر اس کو مشروع قرار دیا جاسکتا ہے؟

سنن ابو داود میں حدیث اُمِ ورقہ آتی ہے جس میں یہ تذکرہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں گھر میں رہنے کا حکم دیا، دین کے کاموں میں غیر معمولی شوق کی بنا پر پھر اُنہوں نے نبی کریم سے مؤذن کی اجازت طلب کی جو آپ نے دی دے۔ تو امّ ورقہ اپنے گھر والوں کی امامت کرایا کرتی تھیں۔ مختصراً ☆ (سنن ابو داود: ۵۹۱،۵۹۲)

عورت کا مردوں کی امامت کرانے کا دعویٰ کرنے والوں کا تمام تر انحصار اسی حدیث پر ہے جس میں 'گھر والوں' کے لفظ میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ ان کے گھر والوں میں مرد بھی شامل تھے۔ مزید دعویٰ یہ بھی ہے کہ دار کا لفظ چونکہ عربی زبان میں گھر سے وسیع تر معانی میں بولا جاتا ہے، اس لئے اس سے گھر کی بجائے اہل محلّہ مراد لینے چاہئیں۔ گویا اگر ان کے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا تو ان کے محلّہ میں تو کوئی مرد ضرور ہوگا اور امّ ورقہ ان سب کی امام تھیں۔

آج تک اسلامی تاریخ میں کسی نے مردوں کے لئے عورت کی امامت کا جواز پیش نہیں کیا، امریکہ میں عورت کی امامت کا واقعہ پیش آجانے کے بعد مئی ۲۰۰۵ء کے ماہنامہ اشراق میں پہلی بار یہ موقف اپنایا گیا ہے اور اس موقف کی تائید کے لئے اشراق کے مقالہ نگار جناب خورشید عالم کا نصوص سے استدلال کا کل مرکز ومحور یہی ہے!!

اگر ذہن میں اسلام کی خدمت کا مقصد ہو تو ایسے بعید قیاس پیدا ہی نہیں ہوتے لیکن اگر کوئی نئی بات کرنے کا سودا سما جائے اور تعامل امت کے فلسفے کا شور مچانے کے باوجود ائمہ

اسلاف سے مخالفت کا شوق چرا جائے تو احتمالات سے بھی دلائل کی ٹھوس عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔ ائمہ فقہا کا تو معروف اُصول ہے کہ إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جہاں احتمال آ گیا، وہاں استدلال ختم ہوگیا، لیکن یہاں بالکل اُلٹ قصہ ہے۔ اس کے برعکس اگر اسی واقعہ سے درست استدلال کرنا ہو تو اس کے امکانات بھی کم نہیں :

❶ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تمام واقعے کی بنیاد اسی حدیث میں نبی کریمؐ کا انہیں یہ حکم ہے قري في بيتك اپنے گھر میں ہی ٹکی رہ۔ اور اقعدي في بيتك (الاصابة: ۴۷۹/۸)

❷ پھر انہوں نے مؤذن کی اجازت طلب کی، اس سے تو یہ پتہ چلا کہ عورت اذان نہیں دے سکتی۔ ورنہ آپ انہیں خود اذان کی اجازت بھی دے دیتے، اور اگر ان کے گھر میں کوئی مرد موجود ہوتا تو آپ اسے اذان کا حکم دیتے۔

❸ نبی کریم ﷺ کو ایک بوڑھا مؤذن مقرر کرنے کی ضرورت ہی اس لئے پیش آئی کہ امّ ورقہ کے گھر میں کوئی مرد موجود ہی نہ تھا۔

❹ حدیثِ اُمّ ورقہ سے اس احتمال کو ثابت کرنے کی بنیاد صرف یہ ہے کہ وہ مؤذن بھی امّ ورقہ کے پیچھے ہی نماز پڑھتا ہوگا۔ جہاں تک غلام کا سوال ہے تو احادیث میں اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ غزوۂ بدر کے بعد جب نبی کریمؐ نے انہیں امامت کی اجازت دی تو اس وقت غلام موجود تھا یا نہیں؟ غلام اور لونڈی کا اُنہیں شہید کرنے کا واقعہ تو اس کے کم وبیش ۲۰ برس بعد پیش آیا۔ مؤذن کا حضرت اُمّ ورقہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا احتمال اس بنا پر معتبر نہیں کیونکہ اس دور میں مدینہ منورہ بہت مختصر تھا، عین ممکن ہے کہ وہ مؤذن اذان دے کر مسجدِ نبویؐ میں نبی کریم کی معیت میں نماز پڑھنے کا ثواب حاصل کرنے چلا جاتا ہو۔ جیسا کہ مسند احمد بن حنبل کے شارح احمد عبدالرحمٰن البنا اپنی شرح 'الفتح الربانی' میں لکھتے ہیں: (۲۳۴/۵)

فيحتمل أن المؤذن كان يؤذن لها ثم يذهب إلى المسجد ليصلي فيه

''ممکن ہے کہ مؤذن اذان دے کر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے چلا جاتا ہو۔''

مزید برآں اذان سننے کے بعد مسلمان کے لئے یہ اجازت نہیں کہ وہ مسجد میں نہ آئے۔ جیسا کہ نبی کریمؐ کے پاس ایک نابینا آدمی یہ عذر لے کر آیا کہ مجھے کوئی مسجد تک نہیں پہنچا سکتا

(ليس لي قائد يقودني إلى المسجد) تو آپ نے پہلے تو اسے اجازت دی، پھر یہ دیکھ کر کہ وہ اذان کی آواز سنتا ہے، اس کو مسجد میں آنے کا پابند کردیا۔ (صحیح مسلم:۶۵۳)

ظاہر بات ہے کہ باجماعت نماز کے علاوہ مسجد میں نماز پڑھنے کا مستقل ثواب ہے اور اُمّ ورقہؓ کے ہاں باجماعت نماز تو ہوتی تھی، لیکن کوئی مستقل مسجد نہ تھی جیسا کہ تاریخ میں اُمّ ورقہ کی کسی مسجد کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ایک طرف تو نبی کریمؐ ایک نابینا کو مسجد میں نماز پڑھنے سے مستثنیٰ قرار نہ دیں دوسری طرف اشراق کے مقالہ نگار صرف ایک احتمال سے مؤذن کے مسجد میں آنے کے خلاف امر کو ثابت کرنے کی کوشش کریں، تعجب ہے!!

❺ پھر اسی حدیث کے ان محتمل الفاظ کی صراحت دارقطنی کی ایک حدیث میں یوں آئی ہے: أمرها أن تؤم نساء ها آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کی عورتوں کی امامت کرائیں۔ چونکہ حدیث کے ان الفاظ سے ابوداود کی حدیث ام ورقہ میں مرد وزَن دونوں مراد لینے کا امکان باقی نہیں رہتا، اس لئے اشراق کے مقالہ نگار اس اضافہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ دارقطنی کے اپنی طرف سے ہے کیونکہ یہ اضافہ ان کے علاوہ کسی نے ذکر نہیں کیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان الفاظ کو کئی اہل علم نے ذکر کیا ہے اور آج تک کسی نے بھی اسے دارقطنی کے الفاظ قرار نہیں دیا۔ حدیث کے یہ الفاظ امام ابن جوزیؒ نے التحقیق (ج۱/ص ۱۷۴،طبع دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ) میں، امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار (ج۳/ ص۲۰۱) میں، امام ابن قدامہؒ نے المغنی میں دو مقامات: ج۱/ص ۲۳۵ اور ج۲/ص ۱۶ (طبع دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵) پر، کشاف القناع میں ج۱/ص ۲۳۵ پر، الموسوعة الفقهية (۲۰۴/۶) میں اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اپنی کتاب 'الفقہ الاسلامی وادلتہ' (۱۷۵/۲) میں ذکر کئے ہیں۔ ان حضرات کا ذکر کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اسے درست سمجھتے ہیں اور آج تک کسی نے ان الفاظ کو دارقطنی کے اپنے الفاظ قرار نہیں دیا۔ یوں بھی یہ تقاضا بڑا عجیب ہے کہ حدیث کے وہی الفاظ معتبر ہوں جو کئی احادیث میں بار بار آئے ہوں!!

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ مردوں پر امامت کے سلسلے میں جو احتمال بھی پیدا کیا جارہا

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس میں کوئی وزن نہیں اور قرآنِ کریم یا احادیث سے اس امر کا کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا۔

مزید برآں جس حدیثِ امّ ورقہ سے یہ سارا استدلال کیا جارہا ہے، اس کی صحت بھی علما کے مابین اختلافی مسئلہ ہے۔ اس حدیث کو صحیح قرار دینے والوں میں امام حاکمؒ (۱/۱۶۱، رقم ۵۹۲)، امام ابن خزیمہؒ (۳/۸۹، رقم ۱۶۷۶)، بیہقیؒ (۳/۱۳۰)، علامہ عینی اور شیخ البانیؒ (سنن ابو داود، رقم ۵۹۱) شامل ہیں۔ مسند احمد بن حنبل کی شرح (از احمد شاکر) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حاکمؒ اور ذہبیؒ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی راویہ لیلیٰ بنت مالک صحابیہ ہیں۔ (۱۸/۴۹۴، رقم ۲۷۱۵۸) علامہ البانی نے بھی إرواء الغلیل میں تفصیلی بحث کے بعد اس حدیث کو 'حسن' قرار دیا ہے۔ (۲/۲۵۶، رقم ۴۹۳)

دوسری طرف حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر (ص ۱۲۱) میں اور مسند احمدؒ پر الموسوعة الحدیثیة کے محققین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔☆

فقہا کا نقطہ نظر

اشراق کے مقالہ نگار نے بعض فقہا سے اس امر کو منسوب کیا ہے کہ ان کے نزدیک عورت کی امامت مردوں کے لئے درست ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان بعض فقہا سے یہ نسبت غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ جب ان فقہا کے اقوال کو ہم ان کی اپنی کتابوں یا سیاق وسباق کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایسا کوئی موقف نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

◉ فقہی انسائیکلوپیڈیا، کویت میں امامت کی شرائط میں 'مرد ہونا' بھی ذکر کیا گیا ہے:

يشترط لإمامة الرجال أن يكون الإمام ذكرًا، فلا تصح إمامة المرأة للرجال وهذا متفق عليه بين الفقهاء (الموسوعة الفقهية: ۶/۲۰۴)

''مردوں کی امامت کے لئے یہ بات شرط ہے کہ امام مرد ہو۔ کیونکہ عورت کی مردوں کے لئے امامت درست نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ فقہا کرام کے مابین اتفاقی ہے۔''

◉ دورِ حاضر کے نامور فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

فلا تصح إمامة المرأة والخنثى للرجال لا في فرض ولا في نفل أما إن كان المقتدي نساء فلا تشترط الذكورة في إمامهن عند الجمهور ......

www.KitaboSunnat.com

''مردوں کے لئے عورت اور مخنث کی امامت علیٰ الاطلاق درست نہیں ہے، نہ فرض میں، نہ نفل میں۔ البتہ اگر مقتدی صرف عورتیں ہی ہوں تب امام کے لئے مرد ہونا جمہور کے نزدیک شرط نہیں ہے۔'' (الفقه الاسلامي وأدلته: ج۲/ص ۱۷۵)

◉ امام الحرمین جوینیؒ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ اس مسئلہ پر مسلمانوں میں 'اجماع' ہے۔
وأجمعوا على أن المرأة لا يجوز أن تكون إماما (کتاب الارشاد: ص ۴۲۷)

◉ امام شافعی فرماتے ہیں کہ عورت کا کسی حال میں بھی مردوں کا امام بننا ہرگز جائز نہیں:
لا تجوز أن تكون امرأة إمام رجل في صلاة بحال أبدًا (الام: ۱/۱۶۴)

◉ عورت کی امامت کے بارے میں شیعہ کا موقف بھی ائمہ اسلاف سے مختلف نہیں جیسا کہ آغاز میں حدیث نمبر ۵ کے تحت حضرت اُمّ سلمہ کے بارے میں شیعہ کتب میں مروی حدیث گزر چکی ہے، مزید برآں کتبِ شیعہ میں ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ
تؤم المرأة النساء في الصلوة وتقوم وسطهن فيهن ويقمن عن يمينها وشمالها (الاستبصار: ۱/۴۲۷، الکافی: ۳/۳۷۶، من لا یحضره الفقیه: ۱/۳۹۶)
''عورت دیگر عورتوں کی ہی نماز میں امامت کراسکتی ہے۔ وہ ان کے درمیان کھڑی ہوگی، اور عورتیں اس کے دائیں یا بائیں ......''

فقہا کا معمول یہ رہا ہے کہ وہ ایک مسئلہ ذکر کرتے ہوئے بعض اوقات امکانی طور پر پیش آجانے والے مسائل میں بھی اپنی رائے ذکر کردیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک حدیث کے صحیح نہ ہونے کے باوجود وہ کہہ دیتے ہیں کہ بالفرض اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی اس سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ ایسے ہی زیر نظر مسئلہ میں فقہا کے بعض اقوال ہیں جن کو سمجھنے میں اشراق کے مقالہ نگار کو غلطی ہوئی ہے۔ جہاں تک ابوثورؒ اور مزنیؒ کے قول کا تعلق ہے تو اس کا پس منظر اور حقیقت امام ابن قدامہؒ نے وضاحت سے پیش کردی ہے کہ وہاں یہ مسئلہ زیر بحث ہی نہیں ہے بلکہ ایک فرضی سوال کا جواب دیا جارہا ہے کہ ''اگر کوئی مشرک یا مخنث یا عورت کے پیچھے نماز پڑھ بیٹھے تو کیا اسکو نماز لوٹانا ہوگی یا نہیں؟'' ان دونوں ائمہ فقہا کے نزدیک کافر کے پیچھے پڑھی گئی نماز لوٹانا ضروری نہیں اور یہی موقف ان کا عورت کے بارے میں ہے۔ گویا اس سے پہلی

www.KitaboSunnat.com

بات تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ کافر اور عورت کی مردوں کے لئے امامت کا حکم ایک ہی ہے۔ اس عبارت سے عورت کی امامت کا جواز نکالنا ایسے ہی ہے جیسے مسلمانوں پر کافر کی امامت کا جواز نکالا جائے۔ ان فقہا کے موقف کو سمجھنے کے لئے 'مغنی' کے مسئلہ نمبر ۲۵۴ کا مکمل مطالعہ مفید ہوگا۔☆

◉ جہاں تک ابن جریر طبریؒ کا تعلق ہے تو کتبِ فقہ میں ان کا یہ موقف کہیں دستیاب نہیں ہوسکا۔ البتہ ان سے ایک اور موقف ضرور منسوب کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ مسالکِ اربعہ کے برعکس ابن جریر طبریؒ کے نزدیک عورت قاضی بن سکتی ہے لیکن ابن جریر سے اس موقف کی نسبت بھی ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اکثر علما نے ابن جریر کی طرف اس موقف کی نسبت سے انکار کیا ہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی کہتے ہیں:

ونقل عن محمد بن جرير الطبري أنه يجوز أن تكون المرأة قاضية ولم يصح ذلك عنه (احکام القرآن:۳/۱۴۴۴اور جامع الاحکام از قرطبی:۱۳/۱۸۳)

''یہ بات ابن جریر طبریؒ سے بھی منسوب کی گئی ہے کہ عورت قاضی بن سکتی ہے حالانکہ یہ نسبت درست نہیں ہے۔'' آگے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے عام قاضی بننے کی بجائے یہ مراد ہو کہ عورتوں سے مخصوص کسی مسئلہ میں اس کو وقتی طور پر یہ ذمہ داری سونپ دی جائے۔

ابن جریر طبری کا یہ موقف کتبِ فقہ میں صراحت کے ساتھ تو کہیں موجود نہیں اور جہاں ان سے یہ نسبت کی گئی ہے، وہاں بھی مشکوک لفظ یعنی قِیل بولا گیا ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ اسی مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے ان کی طرف مردوں کی امامت کا قول بھی منسوب کردیا گیا ہو۔ لیکن جب ان کی طرف قاضی بنانے کی نسبت بھی درست نہیں تو امامت کا قول کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ شیخ محمد امین شنقیطی لکھتے ہیں:

لعل كل ما نُسب إلى هؤلاء الأعلام لم تصح نسبته إليهم لرسوخ أقدام القوم وأن لهم اليد الطولىٰ في العلم وإلا فكيف يصح أن يقول مثل هؤلاء: بجواز تولية المرأة في الإسلام والرسول يقول: لن يفلح قوم ولّو أمرهم امرأة (مواہب الجلیل من ائمۃ الخلیل بحوالہ ولایۃ المرأۃ:۲۲۰)

''شاید کہ ان نامور ائمہ کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا ہو، وہ فی الواقع درست نہ ہو کیونکہ یہ مسلمانوں کے راسخ العلم امام ہیں اور شریعت میں ان کی مہارت معروف ہے۔ وگرنہ کیونکر ممکن

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ اسلام میں عورت کی ولایت کے بارے میں موقف اپنائیں جبکہ نبی کریمؐ تو یہ فرما رہے ہوں کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس کی ذمہ داری ایک عورت کے ہاتھ میں ہو۔''

◉ اشراق کے مقالہ نگار نے حنابلہ سے بھی ایک موقف منسوب کیا ہے جیسا کہ اُنہوں نے امیر صنعانیؒ وغیرہ کا نام لیا ہے۔ بعض حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ کہ عورت نفلی نماز میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوکر امامت کراسکتی ہے۔ لیکن امام ابن قدامہ نے ...... جو خود بھی حنبلی ہیں...... دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ موقف بلا دلیل، تحکم پر مبنی اور مضحکہ خیز ہے۔ پھر دورِ حاضر کے حنبلی علما کا موقف بھی اس سلسلے میں صریح طور پر سامنے آچکا ہے۔ فتاوٰی المرأۃ میں سعودی عرب کے سابق قاضی القضاۃ شیخ صالح بن حمید کا یہ فتویٰ موجود ہے :

''عورتوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ مردوں کی امامت کرائیں، کیونکہ نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ اُنہیں پیچھے ہی رکھو جہاں اللہ نے انہیں پیچھے کیا ہے۔ پھر مسجد کی امامت ولایت (ذمہ داری) کی ایک قسم ہے اور ولایت مردوں کے لئے ہی درست ہیکیونکہ نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ وہ قوم فلاح نہیں پائے گی جس کی ذمہ دار عورت بن جائے۔ البتہ حنابلہ کے ہاں اس حکم سے ایک مستثنیٰ قول بھی پایا جاتا ہے کہ جب کوئی عورت مردوں سے زیادہ بہتر تلاوت کرنے پر قادر ہو تو عورت مردوں کے پیچھے سے ان کی امامت کرائے گی، لیکن یہ قول ضعیف ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ایسے ہی عورتیں مسجد میں عام امامت بھی نہیں کراسکتیں۔'' (ص ۳۱۹)

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسئلہ مسلمانوں کے مابین متفقہ حیثیت رکھتا ہے کہ عورت کی امامت مردوں کے لئے جائز نہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ خود حلقہ اشراق کے امام مولانا امین احسن اصلاحی کا موقف بھی اس کی مخالفت کرتا ہے، لیکن چونکہ مولانا کی پیروی کی بجائے اُنہیں صرف ان کے نام اور نسبت سے سروکار ہے، اس لئے انہیں ان کے موقف سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مولانا اصلاحی نے ماہنامہ میثاق کے شمارہ نومبر ۱۹۶۴ء میں 'عورت کی امامت' کے عنوان پر معرکہ آرا بحث لکھی ہے۔ یہاں ان کے دو دیگر اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں :

''اسلامی شریعت کی رو سے عورت نماز میں مردوں کی امام نہیں ہوسکتی اور اگر کسی مرد کی اقتدا میں وہ نماز ادا کرے تو اس کے لئے بھی بعض شرطوں ہیں جن کا اہتمام ضروری ہے۔ اس حکم کی وجہ عورت کی کمتری یا مرد کی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ سر تا سر اسلام کے اخلاقی اصولوں پر مبنی

www.KitaboSunnat.com

ہے۔عورت کی فطری وجنسی خصوصیات اور مرد کے جنسی میلانات کی وجہ سے عورت کی امامت میں یہ کھلا اندیشہ ہے کہ نماز کا اخلاقی وروحانی مقصد ہی فوت ہو جائے جس کیلئے نماز فرض کی گئی ہے۔اس وجہ سے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔'' (میثاق: فروری ۱۹۶۹ء ص ۴۴)

اور مولانا اصلاحی کا یہ موقف تو واقعتاً حلقہ اشراق کے لئے چشم کشا ہونا چاہئے :

''اگر کسی کو ایسی مجبوری پیش آجائے کہ اس کے سوا چارہ نہ ہو کہ ایک عابدہ وزاہدہ عورت کی اقتدا میں نماز ادا کرے یا ایک گنہگار مسلمان مرد کی تو آخر وہ کیا کرے گا؟ عابدہ وزاہدہ عورت کو امام بنائے گا یا گنہگار مرد کو؟ اسلامی شریعت کی رو سے مس فاطمہ جناح تو درکنار حضرت رابعہ بصریہ کے پیچھے بھی ایک مرد کی نماز نہیں ہوسکتی۔لیکن ایک فاسق مسلمان کے پیچھے ہوسکتی ہے۔''

(مقالاتِ اصلاحی: ج ۱ ص ۲۳۱)

www.KitaboSunnat.com

LRL No. 183
Vol.37 NO.6

Ph: 5866476
5866396

Monthly **MUHADDIS** Lahore

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں...... لیکن تعصّبات سے بالا تر رہ کر اِفہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں...... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے...... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے...... لیکن
  ؏ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے...... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

...... اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے — زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700

www.mohaddis.com